سیرت پاک حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

③ ہجرت سے وصال تک

یکے از مطبوعات
شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی بسلسلہ صد سالہ جشنِ تشکر

سیرتِ پاک

حضرت محمدؐ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ہجرت

سے

وصال تک

مرتبہ

امۃ الباری ناصر

یکے از مطبوعات

شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی بسلسلہ صد سالہ جشن تشکر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

لجنہ اماءِ اللہ ضلع کراچی پر اللہ تعالیٰ کے احسانوں میں سے ایک بڑا احسان یہ بھی ہے کہ جشنِ تشکر کے موقع پر اُس نے احمدی ماؤں اور بچوں کی دینی تربیت کے لئے کم از کم ایک صد کتابیں شائع کرنے کا جو منصوبہ بنایا تھا اب اس سلسلے کی بفضلِ الٰہی ساٹھویں (۶۰) کتاب شائع ہو رہی ہے۔ اس کتاب کا نام "حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے وصال تک" ہے۔ یہ بچوں کے لئے سیرت پاکؐ پر شائع ہونے والی مختصر کتابوں میں سے تیسری ہے۔ جو "حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ولادت سے نبوت تک" اور "حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے ہجرت تک" کے تسلسل میں لکھی گئی ہے۔ ان تینوں کتابوں میں پیارے آقاؐ کی خدائی تائید و نصرت سے بھرپور کامیاب زندگی کے حالات کو بچوں کی دلچسپی اور تجسس برقرار رکھنے کے لئے سوال و جواب کی صورت میں لکھا گیا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ سیرت نبویؐ کا بیان کروڑوں کتابوں

میں بھی مکمل نہیں ہو سکتا۔ یہ مختصر بیان مزید جاننے کا شوق اور ولولہ ضرور پیدا کرے گا تاکہ ہم بھی اُس ہستی کا اُسوہ اپنائیں جس کی اتباع اور محبت خدا تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

(آل عمران : ۳۲)

تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو (اس صورت میں) وہ (بھی) تم سے محبت کرے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی محبت میں روحانی مقام و مرتبہ حاصل کرنے والوں میں بلند ترین مرتبہ امام الزماں مہدئ معہود اور مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو حاصل ہوا۔ فرماتے ہیں

اس نُور پہ فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے۔ میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

میں بڑوں اور بچوں کی خدمت میں درخواست کرتی ہوں کہ ان تینوں کتب سے ضرور استفادہ کریں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کے حصول کے اہل بن کر دُنیا و آخرت کو سنواریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

دُعا کی غرض سے یہ وضاحت کرنا ضروری ہے کہ اس سلسلہ کی پہلی دو کتب محترمہ بشریٰ داؤد صاحبہ مرحومہ سیکرٹری اصلاح و ارشاد ضلع کراچی نے

لکھی تھیں۔ مرحومہ کے مشن کو آگے بڑھانے کے جذبے سے عزیزہ امۃ الباری ناصر سیکرٹری شعبہ اشاعت لجنہ ضلع کراچی نے تیسری کتاب تحریر کرنے کی توفیق پائی۔ اس طرح ایک تسلسل سے یہ سیٹ مکمل ہوا۔

کتاب پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ عزیزہ نے اس کی تیاری کے لئے وسعت سے مطالعہ کیا ہے تاہم بنیادی ماخذ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) کی معرکۃ الآرا تصنیف "سیرۃ خاتم النبییّن" ہے اس طرح بچوں کو تحقیق شدہ مواد آسان الفاظ میں پڑھنے کے لئے میسّر آگیا ہے۔ فجزاھما اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

شعبۂ اشاعت کے سب معاونین و معاونات کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ جن کی مخلصانہ محنتوں سے مشکل مراحل سے گزرتے ہوئے کتاب آپ کے ہاتھوں تک پہنچتی ہے۔ اللہ تعالیٰ خود ان کی جزا بن جائے۔

آمین اللھم آمین

خاکسار

امۃ الحفیظ محمود بھٹی

صدر لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی

ہجرت سے وصال تک

بچہ ۔ مدینہ مکّہ سے کس قدر دور ہے ۔

ماں ۔ مدینہ مکّہ سے شمال کی طرف ایک سو بارہ میل کے فاصلے پر ہے ۔
پہلے زمانے میں تجارت اس طرح ہوتی تھی کہ لوگ اپنا اپنا سامان لے کر قافلے کی صورت میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے تھے جن کو مکّہ سے شام جانا ہوتا تھا وہ مدینے میں رُک کر آرام کر لیتے ۔ مدینہ عین راستے میں نہیں ہے ۔ بحر احمر کے مشرقی ساحل سے پچاس میل مشرق کی طرف ہٹ کر ہے ۔ مگر لمبے صحرائی سفروں میں مدینہ میں ٹھہرنے سے آرام مل جاتا اس طرح مدینہ بھی ایک تجارتی مرکز بن گیا ۔ مکّہ سے شام اور شام سے مکّہ سفر کرنے والے قافلے کچھ دن مدینہ میں ٹھہرتے تو شہر میں رونق ہو جاتی ملنے جلنے کے مواقع ملتے ۔ کئی قبیلوں اور شہروں کے لوگ ایک دوسرے کے واقف بن جاتے ۔

بچہ ۔ مدینہ کا موسم بھی مکّہ کی طرح تھا ۔ گرمیوں میں شدید گرمی ، سردیوں میں

شدید سردی؟

ماں ۔ جی ہاں! مکے جیسا ہی موسم تھا مگر مدینہ چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں میں گھرا ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے بارش نسبتاً زیادہ ہوتی ہے۔ دوسرے اس کی زمین مکے کی طرح پتھریلی نہیں بلکہ ہموار ہے اس لئے کھیتی باڑی کے لئے اچھی ہے۔ جس زمانے کی ہم بات کر رہے ہیں۔ مدینہ کے لوگ زیادہ تر زراعت پیشہ تھے۔ یہ تو آپ کو پتہ ہی ہے کہ پہلے مدینہ کا نام یثرب تھا۔ آپؐ مدینہ آئے تو مدینۃ الرسولؐ کہلانے لگا یعنی رسولؐ کا شہر۔ پھر زیادہ دفعہ بولنے سے چھوٹا نام مدینہ مشہور ہو گیا۔ مدینے میں جو قومیں آباد تھیں وہ آپس میں مل جل کر نہیں رہتی تھیں بلکہ اپنے اپنے بڑے بڑے قلعے بنائے ہوئے تھے۔ ہر قبیلے کا الگ قلعہ تھا۔ ہر قبیلے کا ایک سردار ہوتا تھا سردار کو رئیس کہتے تھے ایسے نظام کو قبائلی نظام کہتے ہیں۔

بچہ ۔ مدینہ کے کچھ مشہور قبیلوں کے نام بتائیے۔

ماں ۔ ابتدائی طور پر اس علاقے میں یہودیوں کے بڑے بڑے قبیلے بنو قینقاع، بنو نظیر اور بنو قریظہ آباد تھے پھر یمن کے علاقے سے دو قبیلے اوس اور خزرج یہاں آکر آباد ہو گئے۔ جن دنوں میں مکہ میں پیارے آقاؐ نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ مدینہ میں ان قبیلوں میں زبردست جنگ ہو رہی تھی جس کا نام جنگ بُعاث ہے۔ اس جنگ میں اتنے آدمی مارے گئے کہ لوگ تنگ آ گئے اس حالت کو دیکھ کر خزرج قبیلہ کے ایک

ہوشیار شخص عبداللہ بن ابی سلول نے لوگوں سے کہا کہ مجھے سردار مان لو میں صلح کرا کے یہ جنگ اور قتل و غارت ختم کرا دوں گا۔ ابھی وہ باقاعدہ طور پر سردار نہیں مانا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے سرداروں کے سردار دو جہانوں کی سرکار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی سرداری قائم فرما دی۔ جو سردار بننے کا خواب دیکھ رہا تھا دل ہی دل میں سخت دشمنی، حسد اور کینہ پالنے لگا۔

بچہ ۔ سردار جو نہیں بن سکا تو جلن کے مارے دشمن ہو گیا۔ ہم نے مدینہ کے متعلق باتیں کر لیں اب آپؐ کے مدینہ پہنچنے پر لوگوں کی خوشی کا حال بھی سنایئے۔

ماں ۔ اُس کا حال کیسے سناؤں اتنی خوشی تھی، اتنی خوشی تھی کہ مدینے والوں نے اتنی خوشی پہلے کبھی دیکھی ہی نہ تھی بڑے چاؤ سے اپنے اپنے ہتھیار سجا کر شان سے گلی محلوں میں گھوم رہے تھے ہر طرف سے نعرۂ تکبیر اللہُ اکبر کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے نبیؐ کا پیار اُن کو بے چین کر رہا تھا کون سی مبارک گھڑی آپؐ کا دیدار نصیب ہو گا۔ ایک دن ایک یہودی کو جو اونچی جگہ کھڑا تھا دُور سے کچھ مسافر نظر آئے زور سے پکارا۔ اہل عرب جس کا تم انتظار کر رہے ہو وہ یہ آتا ہے، لوگوں کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ مدینہ میں محبوب ترین ہستی تشریف لا رہی تھی۔ پہلے آپؐ مدینہ شہر سے دو اڑھائی میل دُور دائیں طرف ہٹ کے ایک مقام قبا میں ٹھہر گئے۔

بچہ ۔ آپ نے قبا کو کیوں منتخب کیا ۔

ماں ۔ شاید اس لئے کہ کچھ مہاجرین جو آپؐ سے پہلے مکّہ سے ہجرت کر کے آئے تھے اُس وقت تک قبا کے رئیس کلثوم بن الہدم کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے ۔ آپؐ ان سے ملنا چاہتے تھے ۔ آپؐ بھی کلثوم بن الہدم کے مکان پر ٹھہرے ۔ یہاں ایک بڑا دلچسپ واقعہ ہوا یہ تو آپ کو علم ہے کہ مدینہ والوں نے ابھی پیارے آقاؐ کو دیکھا نہیں ہوا تھا ملنے کے شوق میں لوگ گروہ در گروہ قبا آنے لگے مجلس میں سب احباب بیٹھے تھے ۔ حضرت ابوبکرؓ عمر میں تو آنحضورؐ سے زیادہ نہیں تھے مگر دیکھنے میں بڑے لگتے تھے لوگ ان کو ہی رسول اللہؐ سمجھے ۔ دھوپ تیز ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ نے اپنی چادر سے آپؐ پر سایہ کیا تب لوگوں کو پتہ لگا کہ اُنہیں کیا غلط فہمی ہوئی ۔

بچہ ۔ آپؐ کو کسی اونچی کرسی یا سٹیج پر نہیں بٹھایا تھا ۔

ماں ۔ نہیں بچے آپؐ کے مزاج میں بے حد سادگی تھی اپنے لئے کوئی الگ اونچی جگہ پسند نہ فرماتے تھے سب میں گھُل مِل کر رہتے ۔ قبا میں آپؐ کی آمد کی تاریخ ۲۰ ستمبر ۶۲۲ئہ پیر کا دن تھا یہ ربیع الاوّل کا مہینہ اور نبوت کا چودھواں سال تھا ۔ ہجرت کے بعد سالوں کا حساب ہجرت کے واقعے سے رکھا جانے لگا ۔ یعنی سن ہجری کا آغاز ہوا جو اسلامی کیلنڈر کہلاتا ہے ۔ اس لئے ہم قبا میں آپؐ کی آمد کی تاریخ اس طرح بتائیں گے ۸ ربیع الاوّل ۱ھ ہجری ۔

بچہ۔ نمازیں بھی کلثوم بن الہدم کے مکان پر پڑھی جاتی تھیں۔

ماں۔ اچھا یاد دلایا۔ اب میں آپ کو قبا میں پہلی مسجد کی تعمیر کے متعلق بتاتی ہوں۔ آپؐ نے قبا میں پہلا کام یہ کیا کہ اپنے مبارک ہاتھوں سے ایک مسجد کی بنیاد رکھی، یعنی ۲۱ ستمبر کو ہی، اس کا نام مسجد قبا ہے اور اس میں صحابہؓ نے مزدوروں کی طرح کام کیا۔ آپؐ کو اس مسجد سے بہت محبت تھی ایک بڑی خوشی کی بات یہ ہوئی کہ قبا میں ابھی تین دن ہی گزرے تھے کہ حضرت علیؓ جن کو ہجرت کے وقت آپؐ اپنے بستر میں سلا آئے تھے سب کی امانتیں دے دلا کر خیریت سے قبا پہنچ گئے جس سے آپؐ بہت خوش ہوئے۔ دس دن قبا میں قیام فرمایا پھر جمعہ کے دن سب صحابہؓ کے ساتھ مدینہ روانہ ہوئے۔ راستے میں بنو سالم بن عوف کے محلہ میں ٹھہر کر نمازِ جمعہ ادا کی یہ مسلمانوں کا پہلا جمعہ تھا جو ۲۴ ستمبر ۶۲۲ء مطابق ۱۱ ربیع الاوّل ۱ھ کو پڑھا گیا۔

بچہ۔ مدینے میں آپؐ کا قیام کہاں ہوا۔

ماں۔ یہی سوال اُس وقت سب لوگ ایک دوسرے سے کر رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو علم ہوا تو آپؐ نے اپنے دادا عبدالمطلب کی والدہ سلمٰی کے خاندان کی رہائش گاہ میں ٹھہرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ یہ قافلہ مدینہ کی طرف بڑھ رہا تھا اور وہاں ہزاروں عیدوں سے بڑھ کر خوشی اور جشن کا سماں تھا۔ لوگ پہاڑی پہ چڑھ کر دیکھ رہے تھے کہ کب مبارک قافلہ کی آمد ہو۔ بچیاں دف بجا بجا کر گیت گا

رہی تھیں۔

طلع البدر علینا　　من ثنیات الوداع
وَجَبَ الشکرُ علینا　　مَادعا لِلّٰہ داعٍ

آج ہم پر کوہ وداع کی گھاٹیوں سے چودھویں کے چاند نے طلوع کیا ہے اس لئے ہم پر ہمیشہ کے لئے شُکر واجب ہو گیا ہے۔

بنونجّار کے محلے میں پہنچ کر آپؐ نے اپنی اونٹنی کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دیں۔ اونٹنی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان کے پاس بیٹھ گئی۔ آپؐ نے اس کو اللہ تعالیٰ کی منشا سمجھا اس لئے وہیں قیام فرمایا۔ بلکہ جب تک مسجد نبوی اور اُس کے ساتھ حجرے تعمیر نہیں ہوئے۔ آپؐ نے وہیں قیام فرمایا۔ یہ عرصہ کم وبیش سات مہینے بنتا ہے

بچہ ۔ بہت دلچسپ حالات ہیں۔

ماں ۔ ایک مزے کی بات اور بتاؤں ایک خاتون جن کا نام اُمِ سلیمؓ تھا۔ اپنے دس سال کے بچے انس بن مالک کو لے کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنا بچہ آپؐ کی خدمت کے لئے پیش کر دیا۔ اس بچے نے اپنی ساری عمر آپؐ کی خدمت میں گذار دی۔ بہت دعائیں لیں آپ ان کا نام حدیث کی کتابوں میں بہت دفعہ پڑھیں گے۔

بچہ ۔ مدینہ میں بھی مسجد تعمیر فرمائی۔

ماں ۔ جی بچے جس طرح قبا میں سب سے پہلے مسجد تعمیر کی تھی اسی طرح مدینہ میں بھی پہلا کام اللہ کے گھر کی تعمیر ہی تھا۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ

کے گھر کے سامنے زمین کا ایک خالی ٹکڑا تھا وہ زمین دو یتیم بچوں سہل اور سہیل کی تھی۔ آپؐ نے وہ زمین قیمت دے کر خرید لی اور اپنے مبارک ہاتھوں سے مسجد کی بنیاد رکھی۔ سب نے مل کر مزدوروں اور معماروں کی طرح کام کیا۔ مسجد کی چھت پر کھجور کے تنے اور پتّے ڈالے گئے۔ اس چھت میں سے بارش کے دنوں میں پانی ٹپکتا تھا جس سے مسجد کا کچا فرش کیچڑ کیچڑ ہو جاتا۔ چھت کے سہارے کے لئے کھجور کے تنے بطور ستون استعمال ہوئے۔ انہیں میں سے ایک تنے سے ٹیک لگا کر آپؐ خطبہ ارشاد فرماتے۔ مسجد کے ساتھ ایک چھت دار چبوترہ بھی تعمیر کیا گیا جسے صفّہ کہتے۔ اس چبوترے پر وہ احباب رہتے تھے جو دین کا علم سیکھتے تھے۔ ان کو اصحاب الصفہ کہتے تھے۔

(خلاصہ صحیح بخاری جلد ۱ صـ۵۵۵)

بچہ ۔ پیارے آقاؐ کا مکان بھی بنا ہو گا۔

ماں ۔ پیارے آقاؐ کا مکان تقریباً ۱۰ × ۵ افٹ کا کمرہ تھا جس کا دروازہ مسجد میں کھلتا تھا۔ آپؐ نماز کے لئے اسی دروازے سے مسجد میں تشریف لاتے اس حجرے کے ساتھ ساتھ بعد میں دوسری بیگمات کے حجرے کچی اینٹوں اور کھجور کی ٹہنیوں اور چھال سے بنے اُن میں لکڑی کے دروازے نہیں لگے تھے بلکہ ٹاٹ یا کمبل کا پردہ ڈال دیا جاتا۔ صرف حضرت عائشہؓ کے حجرے کا دروازہ لکڑی کا تھا۔

بچہ ۔ اتنی سادہ رہائش کا تو اب سوچا بھی نہیں جا سکتا۔

ماں - جی بچے وہ زمانہ سادگی کا زمانہ تھا گھروں میں چراغ نہیں جلتے تھے جب تک سُورج کی روشنی رہتی دن رہتا جب سورج ڈھلتا رات ہو جاتی - وقت دیکھنے کے لئے گھڑیاں نہیں ہوتی تھیں - نماز دھوپ چھاؤں کے اندازے سے ہوتی - نماز یا کسی اور کام کے لئے بلانا ہوتا تو حضرت بلالؓ بلند آواز سے کہتے " الصلوٰۃ جامعۃ " لوگ اکٹھے ہو جاتے - خدا تعالیٰ کا کرنا کیا ہوا کہ ایک صحابی حضرت عبد اللہؓ بن زید انصاری اور حضرت عمر فاروقؓ کو خواب میں اذان کے الفاظ سُنائے گئے دونوں حضرات نے آ کر آپؐ کو اپنا اپنا خواب سنایا - آپؐ نے فرمایا کہ انہیں الفاظ میں اذان دی جایا کرے کیونکہ آپؐ کو بھی وحی میں اذان کے وہی الفاظ سکھائے گئے تھے - انہیں دنوں ظہر، عصر اور عشاء میں دو رکعتوں کی جگہ چار رکعتیں فرض ہوئیں - آپؐ مسلمانوں کو نماز کی ادائیگی پر بہت تاکید فرمایا کرتے تھے -

بچہ - کیا مدینے میں لوگوں نے جلدی جلدی اسلام قبول کیا تھا -

ماں - مدینے کے لوگ تو جیسے منتظر بیٹھے تھے وہاں یہ بھی ہوا کہ مختلف مذہبوں کے ماننے والے بھی اسلام میں داخل ہوئے پہلے یہودی جس نے اسلام قبول کیا حصین تھے جن کا نام آپؐ نے عبد اللہؓ رکھا وہ پڑھے لکھے آدمی تھے - پہلے فارس یعنی علاقہ ایران کے رہنے والے مسلمان حضرت سلمان فارسیؓ تھے بے حد نیک دل انسان تھے آپؐ کو اُن سے بہت محبت تھی ایک دفعہ تو فرمایا کہ سلمانؓ ہمارے گھر کے آدمی ہیں -

قرآنِ پاک کی سورہ جمعہ میں ایک آیت ہے جس کا مطلب ہے کہ ایک وقت آئے گا جب ایک جماعت صحابہؓ کی مانند ہو گی۔ صحابہؓ نے پوچھا وہ بعد میں آنے والی جماعت کون لوگ ہوں گے تو آپؐ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا ان کی قوم میں سے ایک یا ایک سے زیادہ لوگ ایمان قائم کرنے والے ہوں گے۔ آپ اس بات کو اچھی طرح یاد رکھئے۔ بخاری شریف کی اس حدیث میں حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں فارسی نسل سے ایک مہدیؑ کے تشریف لانے کی خوشخبری ہے۔

بچہ ۔ میں انشاءاللہ ضرور یاد رکھوں گا۔ میرے ذہن میں ایک سوال آ رہا ہے کہ مکّہ سے آنے والے مہاجر خالی ہاتھ آئے تھے پھر اُن کے رہنے سہنے کی کیا صورت بنی؟

ماں۔ مکہ سے آنے والے مہاجر واقعی نہ صرف اپنے گھر بار چھوڑ کر آئے تھے بلکہ اپنے عزیز رشتہ دار، دوست اور مکہ جیسی محبوب بستی کو چھوڑ کر آئے تھے ایسے وقت میں مدینہ والوں نے ہر طرح ان کی مدد کی۔ مدد کرنے والے کو ناصر کہتے ہیں اس کی جمع انصار ہے اس طرح مکّہ والے مہاجر اور مدینے والے انصار کہلائے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی حکمت سے کام لیا۔ حضرت انس بن مالکؓ کے گھر سب کو جمع کیا اور ایک ایک انصاری اور مہاجر کو بھائی بھائی بنا دیا۔ اس طرح دینی محبت کی فضا پیدا ہو گئی۔ انصار بھائیوں نے بڑے جوش و خروش سے مہاجرین

کی مدد کی جس سے وہ اپنا سارا غم بھول گئے اور ایسے لگنے لگا کہ اپنے ہی گھر میں بیٹھے ہیں ۔

بچہ ۔ یہ بات مخالفین کو تو بالکل پسند نہیں آئی ہوگی ۔

ماں ۔ مخالف تو مخالف ہوتے ہیں وہ تو مسلمانوں کی ترقی دیکھ ہی نہیں سکتے تھے مگر آپؐ اللہ پاک کی ہدایات سے ایسے معاشرے کی بنیاد رکھ رہے تھے جو اسلامی معاشرہ تھا ایک طرح اسلامی حکومت قائم ہو رہی تھی ۔ اصلاحی اور انتظامی کاموں کے لئے امن کی ضرورت تھی ۔ مدینے میں یہودی قبائل بھی بستے تھے آپؐ نے یہودی قبائل کو، مشرک قبائل کو، مسلمان مہاجرین و انصار کو جمع کیا اور امن قائم رکھنے کے لئے ایک معاہدہ کیا ۔ اس معاہدے کے دس نکات تھے ۔ اس معاہدے کے بعد سب امن سے رہنے کے پابند ہو گئے اور آپؐ کے فیصلوں پر عمل کرنے کے وعدے کے ساتھ آپ کی سرداری کو بھی مان لیا ۔

بچہ ۔ مکہ کے کفار تک بھی یہ خبریں پہنچ رہی ہوں گی بہت جلتے ہوں گے ۔

ماں ۔ اور جلن میں نئی نئی تدبیریں بھی سوچتے تھے ۔ انہوں نے ایسا کیا کہ مدینہ میں جن لوگوں سے مدد کی توقع تھی انہیں خطوط لکھے کہ مسلمانوں کی حمایت چھوڑ دو ورنہ ہم سب جمع ہو کر تم سے جنگ کریں گے ۔ مسلمان اُن کے خطرناک ارادوں سے واقف تھے اس لئے دن رات ہتھیار لگائے رکھتے کہ کہیں دشمن اچانک حملہ نہ کر دے ۔ مسلمانوں کی حفاظت کا سب سے زیادہ فکر ہمارے آقاؐ کو رہتا ۔ اکثر راتیں جاگتے گذرتیں ۔

ایک رات کیا ہوا کہ کچھ شور سا سنائی دیا۔ مسلمان اپنے اپنے گھروں سے نکل آئے کیا دیکھتے ہیں کہ پیارے آقاؐ شور کی طرف سے گھوڑے پر سوار تشریف لا رہے ہیں۔ فرمایا۔ "میں دیکھ آیا ہوں۔ فکر کی کوئی بات نہیں۔ فکر کی کوئی بات نہیں۔"

بچہ - پیارے آقا کتنے بہادر تھے۔

ماں - بہادر بھی تھے اور خود کو ذمّہ دار بھی سمجھتے تھے یہ نہیں کہ کسی کو خطرے کی طرف روانہ کیا ہو بلکہ خود خطرے کے سامنے چلے گئے۔ رات دن ہشیار رہنے سے مسلمان امن چین کی نیند کو ترس گئے تھے۔ ایک رات تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ "کاش کوئی نیک صحابی پہرہ دیتا تو میں ذرا سو لیتا۔"

بچہ - واقعی رات کو ہتھیار لگانے سے نیند کیسے آتی ہوگی۔

ماں - چلیں اب میں آپ کو ایک خوشی کی بات بتاؤں۔ حضرت ابو بکرؓ کی بیٹی اسماءؓ اور زبیر بن العوام کے ہاں بیٹا پیدا ہوا یہ مہاجرین کا مدینہ میں پیدا ہونے والا پہلا بچہ تھا سب کو بے حد خوشی ہوئی۔ بچے کو لے کر آپؐ کے پاس آئے آپؐ نے ایک کھجور اپنے منہ میں ڈال کر نرم کی اور ننھے بچے کے منہ میں گڑھتی کے طور پر اس کا لعاب ڈالا بچے کا نام عبداللہ رکھا۔ بڑے ہو کر اس بابرکت بچے نے دین کے علم میں بہت ترقی کی۔

بچہ - شکر ہے مسلمانوں کو کوئی خوشی نصیب ہوئی۔

ماں ۔ مسلمانوں کو اللہ پاک کے صحیح دین کو پہچاننے کی خوشی تو ہر وقت رہتی تھی جب کوئی مشرک کلمۂ شہادت پڑھ کر مسلمان ہوتا عید کا سماں ہوتا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی جماعتوں کے ساتھ مخالفت تو لگی رہتی ہے۔

بچہ ۔ کوئی ایک مخالفت! اپنے وطن تک سے تو نکلنا پڑا۔ آپؐ کی جان لینے کی کوششیں کیں۔ مسلمان بدلہ کیوں نہیں لیتے تھے۔ جبکہ عربوں میں جنگوں کا بڑا رواج تھا۔

ماں ۔ مسلمان ہر کام اللہ کے حکم سے کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں صبر اور تحمل کا حکم دیا تھا۔ آپؐ نے ایک دفعہ ایسے ہی سوال کے جواب میں فرمایا۔ "مجھے ابھی تک عفو کا حکم ہے اس لئے میں تمہیں لڑنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔" (نسائی کتاب الجہاد)

مسلمان تعداد میں کم تھے۔ ہتھیار ان کے پاس نہیں تھے۔ دُنیا کو اچھے رستے پر لگانا ان کا کام تھا جو صلح اور امن سے ہو سکتا ہے۔ مگر جب ظلم و ستم حد سے بڑھ گئے تو اللہ تعالیٰ نے تلوار سے جہاد کرنے کی اجازت عطا فرما دی۔ یہ حکم ۱۲ صفر ۲ھ مطابق ۱۵۔ اگست ۶۲۳ء کو نازل ہوا۔ سورہ حج میں ایک آیت ہے جس کا ترجمہ ہے۔ "جن کے خلاف کفار نے تلوار اٹھائی انہیں لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور ضرور اللہ تعالیٰ اُن کی نصرت پر قادر ہے۔" سورہ حج کی اس آیت کے علاوہ بھی جہاد کی اجازت میں آیات نازل ہوئیں۔ تو آپؐ نے مسلمانوں کو سمجھایا۔ "اے مسلمانو! تمہیں چاہیئے کہ دشمن کے مقابلہ کی خواہش نہ کیا

کرو اور خدا سے امن و عافیت کے خواہاں رہو اور اگر تمہاری خواہش کے بغیر حالات کی مجبوری سے کسی دشمن کے ساتھ تمہارا مقابلہ ہو جائے تو پھر ثابت قدمی دکھاؤ۔" (بخاری و مسلم و ابو داؤد)

بچہ ۔ اُس زمانے میں جنگ کا طریق کیا تھا۔

ماں ۔ دونوں فوجیں آمنے سامنے کھڑی ہو جاتیں۔ پہلے دونوں کا ایک ایک نمائندہ آگے بڑھتا اور تلوار سے لڑائی کرتا پھر عام حملہ کیا جاتا۔ لڑنے کے لئے تلوار، نیزہ اور تیر کمان استعمال ہوتے۔ جنگ پیدل ہوتی اور گھوڑے پر سوار ہو کر بھی لڑی جاتی۔ ایک سادہ سی مشین کا بھی رواج تھا جسے منجنیق کہتے تھے اس میں پتھر رکھ کر دشمن پر برسائے جاتے آپؐ کے زمانے میں بھی یہ مشین استعمال ہوئی۔

بچہ ۔ غریب مسلمانوں کے پاس جنگ کا سامان کہاں سے آتا تھا۔

ماں ۔ جب مقابلے کی نوبت آتی صحابہؓ خود اپنے لئے سامان خریدتے۔ اگر کسی کے پاس زیادہ گنجائش ہوتی تو وہ سامان خرید کر آپؐ کی خدمت میں پیش کر دیتے جو آپؐ ضرورت مند کو عطا فرماتے۔ مسلمان اپنا جھنڈا بھی بناتے تھے۔ ایک جھنڈا سفید تھا جو کسی لکڑی وغیرہ پر لپٹا ہوتا اس کو لواء کہتے۔ دوسرا جھنڈا کالا تھا جو ایک طرف سے لکڑی وغیرہ سے بندھا رہتا اور لہراتا رہتا اسے رایہ کہتے تھے۔

بچہ ۔ اجازت ملنے کے بعد خوب جنگی تیاریاں شروع ہو گئی ہوں گی۔

ماں ۔ جنگی تیاریاں نہیں بلکہ امن کی کوششیں شروع ہوئیں تاکہ جنگ کی نوبت ہی نہ آئے اپنے اردگرد کے قبائل سے صلح کے معاہدے کیئے دعوت الی اللہ دی کہ اسی میں خیر ہے۔ پھر کچھ گروہوں کو قریبی علاقوں میں بھجوایا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ مسلمان بھی طاقت رکھتے ہیں اور خواہ مخواہ اُلجھنے کی کوشش ہی نہ کریں۔ اس غرض سے پہلا سفر آپؐ نے ساٹھ مہاجرین کے ساتھ ودّان کا کیا۔ یہ مدینہ سے قریباً اسّی میل کے فاصلے پر ہے۔ ودّان کے قریب ہی ابوا واقع ہے۔ آپ نے ابوا کا نام اس سے پہلے سُنا ہے ؟

بچہ ۔ اچھی طرح یاد ہے ابوا وہ جگہ ہے جہاں آپؐ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ فوت ہوئی تھیں۔

ماں ۔ شاباش ۔ بالکل ٹھیک آپؐ اپنی والدہ کے مزار پر بھی تشریف لے گئے تھے۔

ودان میں خمرہ خاندان آباد تھے۔ آپؐ نے اُن سے امن کا معاہدہ کیا اس کو غزوہ ودّان یا غزوہ ابوا کہتے ہیں۔

بچہ ۔ غزوہ کسے کہتے ہیں۔

ماں ۔ ہر وہ سفر جس میں آپؐ جنگ کی حالت میں شریک ہوئے غزوہ کہلاتا ہے۔ ایسے سفر جن میں آپؐ کے حکم سے صرف صحابہؓ جنگ کی حالت میں نکلے ہوں سریہ یا بعث کہلاتے ہیں۔ دونوں صورتوں میں تلوار سے مقابلہ ضروری نہیں۔ اُن دنوں مکہ کے کفار کے ارادوں سے باخبر

رہنے کے لئے آپؐ کئی چھوٹی بڑی پارٹیاں ارد گرد روانہ فرمایا کرتے تھے ان سے یہ بھی فائدہ ہوا کہ مکہ اور مضافات سے اسلام قبول کر کے مدینہ کے ارادے سے نکلنے والے اِکّا دُکّا لوگ اپنے مسلمان بھائیوں کی حفاظت میں مدینہ پہنچ جاتے۔ آپؐ کی ذات سے دشمنی اور آپؐ کے دین اسلام کے پھیلنے سے غصے میں کھولائے ہوئے دشمنوں کی نت نئی کوششوں کا جواب دینے کے لئے چوکس رہنے کی وجہ سے مسلمان چین سے نہ بیٹھ سکتے۔ ایک دفعہ آپؐ مدینہ سے کافی فاصلے پر ایک جگہ بواط تشریف لے گئے پھر ساحل سمندر کے قریب ایک جگہ عشیرہ تشریف لے گئے لمبا سفر کرنا پڑا وہاں بنو خمرہ کی طرح بنو مدلج سے امن کا معاہدہ ہوا۔ اتنی چوکسی کے باوجود مکہ کے ایک رئیس کرز بن جابر فہری نے قریش کے ایک دستے کے ساتھ مدینے سے تین میل دُور مسلمانوں کی چراگاہ سے اونٹ وغیرہ چرا لئے آپؐ کو علم ہوا تو بذاتِ خود ایک دستہ لے کر فوراً اس کا پیچھا کیا وہ بچ کر نکل گیا۔ آپؐ صفوان تک تشریف لے گئے اس سفر کو غزوہ بدر الاولیٰ بھی کہتے ہیں۔ یہ نومبر دسمبر ۶۲۳ء مطابق جمادی الثانی ۲ھ کا واقعہ ہے۔

بچہ ۔ یہ تو چھاپہ مار جنگ ہو گئی۔

ماں ۔ آپؐ نے بھی بڑی حکمت عملی سے کام لیا اور مکہ والوں کے ارادوں سے باخبر رہنے کے لئے قریش کے مختلف قبائل سے آٹھ بہادروں کی ایک پارٹی بنائی ان کا سردار حضرت عبد اللہ بن جحش کو مقرر فرمایا۔

اُنہیں یہ نہیں بتایا کہ کس کام سے بھیجا جا رہا ہے ایک بند لفافہ دے کر فرمایا کہ جب مدینہ سے دو دن کا سفر کر لو تو اسے کھولنا اور جو اس میں ہدایات لکھی ہیں اُن پر عمل کرنا۔ دو دن سفر کے بعد خط کھولا تو اُس میں لکھا تھا کہ "تم مکّہ اور طائف کے درمیان وادیٔ نخلہ میں جاؤ اور وہاں جا کر قریش کے حالات کا علم لو اور پھر ہمیں اطلاع دو"۔ اس پارٹی کی کفارِ مکہ سے جھڑپ ہو گئی۔ کفار کا ایک آدمی عمرو بن حضرمی مارا گیا اور دو قید ہوئے۔ مکّہ میں غصہ مزید شدید ہو گیا اور انہوں نے اندر ہی اندر بڑی فیصلہ کن لڑائی کی تیاری شروع کر دی۔

بچہ ۔ پیارے آقاؐ کو دعوت الی اللہ کا بھی کام تھا اور اپنے دفاع کا بھی کس قدر محنت کرتے ہوں گے۔

ماں ۔ محنت تو بہت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد شامل تھی اُسی نے یہ کام کرائے۔ اسلام کے نئے نئے احکام قرآن پاک کے ذریعے سے اُترتے وہ بھی مسلمانوں کو سکھاتے اور عمل کراتے۔ مثلاً اُن دنوں ایک اہم واقعہ ہوا۔ مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے یہ یہودیوں کا قبلہ تھا۔ سولہ سترہ مہینے تک یہی طریق رہا مگر ۲ھ شعبان کے مہینے میں سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷ نازل ہوئی جس میں یہ حکم دیا گیا کہ خانہ کعبہ کو مسلمانوں کا قبلہ مقرر کیا جاتا ہے۔ اسی سال رمضان (فروری مارچ) میں پہلی دفعہ رمضان کے روزے فرض ہوئے۔ اس سے

پہلے نفلی روزے رکھے جاتے تھے۔ فرض روزے اسی سال رکھے گئے۔

بچہ ۔ روزوں کے بعد عید بھی ہوئی۔

ماں ۔ آپ کو عید کا بڑا شوق ہے فوراً عید کا پوچھ لیا۔ جی ہاں عید ہوئی یکم شوال کو پہلی عید الفطر ہوئی (۲۷ مارچ ۶۲۳ء) مگر عید سے پہلے کیا ہوا یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ تفصیل سُنیں گے تو عید کی کیفیت کا اندازہ ہوگا۔ مسلمان بڑے جوش و جذبے سے روزے رکھ رہے تھے مسجد نبوی میں نمازیوں کا ہجوم رہتا۔ آپؐ قرآنِ پاک کی تلاوت فرماتے نمازوں کی امامت فرماتے نئی نازل ہونے والی آیات سناتے۔ نماز روزے کے آداب سکھاتے۔ سحری و افطاری میں رونقیں ہوتیں۔ نوافل اور تہجد کی ادائیگی میں سب بڑے بچے ذوق وشوق سے حصّہ لیتے۔ ایسے میں آپؐ کو اطلاع ملی کہ قریش مکہ کا ایک تجارتی قافلہ جس کا سردار ابوسفیان ہے شام سے مکہ جاتے ہوئے مدینے کے پاس سے گزرے گا۔ مدینے کی حفاظت کے خیال سے آپؐ نے دو اصحاب کو ان کے ارادے معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ ابوسفیان کو خبر ہوگئی اُسے تو اچھا موقع ہاتھ آیا فوراً ضمضم نامی ایک شخص کو مکہ بھیج دیا تاکہ وہ مکہ میں اعلان کرے کہ قافلے کو حفاظت سے نکالنے کے لئے مکہ سے ایک لشکر کی ضرورت ہے۔ قریش مکہ نے بڑے زور وشور سے تیاری کی۔ بڑے بڑے بہادروں کو جمع کیا اور ایک ہزار کی تعداد میں فوج بڑے ساز وسامان کے ساتھ مکہ سے یہ دُعا کر کے روانہ ہوئی کہ "اے خدا ہم دونوں فریقوں میں سے

جو فریق حق پر قائم ہے اور تیری نظروں میں زیادہ شریف اور افضل ہے تو اس کی مدد فرما اور دوسرے کو ذلیل و رسوا کر"

(تاریخ الخمیس جلد ۱ صے ۴۱۷)

ابھی یہ راستے ہی میں تھے کہ ابوسفیان نے آکر اطلاع دی کہ قافلہ خیریت سے گذر کے آگیا ہے مگر ابوجہل نے اصرار کیا کہ ہم بدر تک ضرور جائیں گے اور تین دن جشن منائیں گے۔

بچہ ۔ آپؐ کو علم نہیں ہوا ؟

ماں ۔ مخبروں نے اطلاع دی تھی اس آپؐ نے سب مہاجرین و انصار کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ بارہواں روزہ تھا جب آپؐ تین سو تیرہ (۳۱۳) صحابہؓ کے ساتھ مدینے سے نکلے ۔ ایک بچہ عمیر بھی ضد کر کے شامل ہوگیا۔ اس فوج کے پاس کل ستر اونٹ اور دو گھوڑے تھے۔ مسلمان ان پر باری باری سواری کرتے حتیٰ کہ آپؐ کے پاس بھی الگ سواری نہ تھی اپنی باری پر گھوڑے پر بیٹھتے۔ جنگ کا دوسرا سامان بھی برائے نام تھا اپنی حفاظت کے لئے جو لوہے کا لباس یعنی زرہ پہنی جاتی ہے اس ساری فوج کے پاس صرف سات زرہیں تھیں۔

بچہ ۔ سامان اس لئے بھی کم لیا ہوگا کہ وہ تو صرف ایک قافلے کی روک تھام کے لئے نکلے تھے۔

ماں ۔ اُن دنوں تھا ہی کچھ ۔ ہجرت کا دوسرا سال تھا خالی ہاتھ مدینے گئے تھے ابھی کاروبار جمے نہیں تھے سامان آتا کہاں سے ؟ آپؐ کا طریق

تھا کہ شہر چھوڑتے تو اپنے بعد کسی کو امیر مقرر فرماتے چنانچہ مدینے میں عبداللہؓ بن اُمّ کلثوم اور حضرت ابولبابہؓ بن منذر کو اور قباء میں حضرت عاصمؓ بن عدی کو امیر مقرر فرمایا۔ حضرت عثمانؓ بن عفان ساتھ نہ جا سکے تھے کیونکہ ان کی بیگم حضرت رقیہؓ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی تھیں بہت بیمار تھیں۔ آپ اپنی فوج کے ساتھ مقام بدر سے تھوڑے فاصلے پر تھے کہ خبر رسانوں نے قریش کے ایک بہت بڑے لشکر کی آمد کی اطلاع دی۔ آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو مشورے کے لئے دوبارہ جمع کیا۔ مہاجرین میں سے حضرت مقدادؓ نے بڑے جوش سے کہا "یارسول اللہؐ ہم موسیٰؑ کے احباب کی طرح نہیں کہ آپؐ کو یہ جواب دیں کہ تو اور تیرا خدا جا کر لڑو ہم یہیں بیٹھے ہیں بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپؐ جہاں بھی چاہتے ہیں چلیں ہم آپ کے ساتھ ہیں اور ہم آپؐ کے دائیں اور بائیں اور آگے اور پیچھے لڑیں گے۔" آپؐ نے یہ تقریر سُنی تو آپؐ کا چہرہ خوشی سے تمتمانے لگا۔ (بخاری کتاب المغازی)

بچہ ۔ انصار میں سے کسی نے کوئی مشورہ دیا؟

ماں ۔ جی بچے انصار کی طرف سے حضرت سعدؓ بن معاذ نے بڑے جذبے سے کہا "یارسول اللہؐ! خدا کی قسم جب ہم آپؐ کو سچا سمجھ کر آپؐ پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے اپنا ہاتھ آپؐ کے ہاتھ میں دے دیا ہے تو پھر آپؐ جہاں چاہیں چلیں ہم آپؐ کے ساتھ ہیں اور اُس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر آپؐ ہمیں سمندر میں کود جانے

کو کہیں گے تو ہم کود جائیں گے اور ہم میں سے ایک فرد بھی پیچھے نہیں رہے گا اور آپؐ ہم کو انشاءاللہ لڑائی میں صابر پائیں گے اور ہم سے وہ بات دیکھیں گے جو آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرے گی۔"

(ابن ہشام، ابن سعد)

آپؐ بے حد خوش ہوئے اور فرمایا "اللہ کا نام لے کر آگے بڑھو اور خوش ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ کفار کے ان دو گروہوں (یعنی لشکر اور قافلہ) میں سے کسی ایک پر وہ ہم کو ضرور غلبہ دے گا اور خدا کی قسم میں گویا اس وقت وہ جگہیں دیکھ رہا ہوں جہاں دشمن کے آدمی قتل ہو ہو کر گریں گے۔"

بچہ ۔ صحابہ کرامؓ کو کیسے پتہ چلا تھا کہ ان کا سامنا ایک لشکر سے ہوگا۔

ماں ۔ صحابہ کرامؓ نے دیکھا کہ مکہ کے کچھ لوگ چشمہ سے پانی بھر رہے ہیں اُن میں سے ایک حبشی غلام کو پکڑ کر پوچھ گچھ کی تو اس نے سب کچھ بتا دیا۔ آپؐ اتنے ذہین تھے کہ تعداد کا اندازہ کرنے کے لئے پوچھا کہ لشکر کے لئے روزانہ کتنے اونٹ ذبح ہوتے ہیں اُس نے بتایا دس اُونٹ ذبح ہوتے ہیں۔ آپؐ نے صحابہ کرامؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا دشمن کی تعداد ایک ہزار معلوم ہوتی ہے۔

بچہ ۔ کیا واقعی دشمن کی تعداد ایک ہزار تھی۔

ماں ۔ جی ہاں ایک ہزار ہی تھی اور وہ بھی مکہ کے بڑے بڑے خاندانوں کے بہادر جوان جن کے پاس سواری کے لئے سات سو اونٹ اور ایک سو

گھوڑے تھے۔ کافی تعداد میں نیزے تلواریں اور تیر کمان تھے اکثر نے
زرہیں پہن رکھی تھیں۔
جب آپؐ کو علم ہوا کہ مکہ کے تقریباً سارے ہی بہادر لشکر میں موجود
ہیں تو بجائے گھبرانے کے آپؐ نے فرمایا۔ "لو مکہ نے تمہارے سامنے
اپنے جگر گوشے نکال کر رکھ دیئے ہیں۔" قریش مکہ نے بدر کے مقام پر
پہنچ کر اپنے لئے اچھی جگہ، جہاں پانی کے چشمے اور چراگاہیں تھیں منتخب
کر لی۔ مسلمان دیر سے پہنچے تھے اس لئے ڈھلوان کی طرف ریت کے
ٹیلے پر پڑاؤ کرنا پڑا جہاں پانی اور گھاس موجود نہ تھی۔ اب اللہ تعالیٰ کی
مدد دیکھو کہ رات بارش ہوگئی مسلمانوں نے حوض بنا کر پانی جمع کر
لیا جبکہ کفار کی طرف کیچڑ ہو گیا جس سے پھسلن ہوگئی اور اُن کا پانی بھی
گدلا ہو گیا۔ اسی بارش سے ریت قدرے بیٹھ گئی جس سے مسلمانوں کے
پاؤں زمین میں دھنسنے سے بچ گئے۔

بچہ - سبحان اللہ

ماں - رمضان کی سترہ تاریخ ہو گئی (۱۴ مارچ ۶۲۳ء) صبح کھلے آسمان کے
نیچے مسلمانوں نے فجر کی نماز پڑھی اور بہت دُعائیں کیں پھر آپؐ نے جہاد
کے موضوع پر تقریر کی پھر جنگی ترتیب سے صفوں کو درست فرمایا۔ یہاں
ایک بڑے مزے کا واقعہ ہوا۔ ایک صحابیؓ جن کا نام سوادؓ تھا صف
سے کچھ آگے نکلے ہوئے تھے آپؐ تیر کے اشارے سے صفیں درست
کر رہے تھے۔ اتفاق سے تیر کی کڑی اُن کے سینے پر لگی۔ سوادؓ نے آپؐ

سے کہا "یا رسول اللہؐ آپ کو خدا تعالیٰ نے حق و انصاف کے ساتھ بھیجا ہے مگر آپؐ نے مجھے ناحق تیر مارا ہے خدا کی قسم میں تو بدلہ لوں گا۔"

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُن کی بات سُن کر اپنے سینے سے کپڑا اٹھا دیا اور فرمایا "اچھا سوادؓ تم بھی تیر مار لو۔"

بچہ ۔ کیا سوادؓ کو آپؐ سے پیار نہیں تھا بدلے کا کیوں سوچا۔

ماں ۔ صحابہؓ تو آپؐ سے بے حد پیار کرتے تھے۔ آپ سُنیں تو سہی! سوادؓ نے کیسے بدلہ لیا۔ آگے بڑھے اور آپؐ کے سینۂ مبارک کو چوم کر کہا کہ دشمن سے مقابلہ ہے پتہ نہیں جینا ہے یا مرنا ہے میں نے سوچا شہادت سے پہلے آپ کے جسمِ مبارک کو اپنے جسم سے چھو جاؤں۔ دیکھا کتنا عشق تھا صحابہ کرامؓ کو اپنے محبوب آقاؐ سے!

آپؐ ابھی صفیں درست فرما رہے تھے کہ قریش کے لشکر کی پیش قدمی کی اطلاع ملی۔ قرآنِ پاک میں ان کا ذکر ہے۔ "اے مسلمانو! تم ان کفار کی طرح مت بنو جو اپنے گھروں سے تکبّر اور نمائش کا اظہار کرتے ہوئے نکلے تھے اور ان کی غرض یہ تھی کہ اللہ کے دین کے رستے میں جبری طور پہ روکیں پیدا کریں مگر اللہ نے ان کی کارروائیوں کا محاصرہ کر کے انہیں خائب و خاسر کر دیا۔" (انفال: ٦)

اللہ پاک کی قدرت مسلمانوں کی مددگار تھی۔ مسلمانوں کو قریش اُن کی اصل تعداد سے کم نظر آرہے تھے جس کے نتیجے میں اُن کے حوصلے بلند ہوئے۔ جبکہ قریش کو مسلمانوں کی فوج دوگنی نظر آرہی تھی جس سے وہ مرعوب

ہو رہے تھے انہوں نے اصل تعداد کھوجنے کے لئے ایک شخص عمیر کو بھیجا۔ اُس نے مسلمانوں کی فوج کے گرد چکر کاٹا مسلمانوں کا جوش و جذبہ دیکھا اور جا کر رپورٹ دی کہ مسلمان فوج میں سواریوں پر مومنیں اور ہلاکتیں سوار ہیں اُس کی حالت دیکھ کر اور بیان سُن کر قریش کے حوصلے اتنے کم ہوئے کہ بعض نے واپس جانے کے مشورے دیئے مگر ابو جہل نے ڈٹے رہنے کا فیصلہ کیا۔

بچہ - ایسا لگتا ہے کہ اللہ پاک اُن کو گھیر کر لایا ہی سزا دلوانے کے لئے تھا اور وہ بھی اُن کمزور مسلمانوں کے ہاتھوں جن کو مکّہ سے نکالا تھا۔

ماں - آپ ٹھیک سمجھے ہیں اصل طاقت ور تو خدا تعالیٰ کی ذات ہے مسلمان کون تھے ؟ وہی جو پہلے مشرک تھے بتوں کو پوجتے تھے۔ پیارے آقا کی آواز سُن کر شرک چھوڑ کر ایک خدا اور ایک رسولؐ کے ماننے والے نیک لوگ بن گئے اللہ تعالیٰ کا فضل اُن کے ساتھ تھا۔ کامیابی کے وعدے اُن کے ساتھ تھے۔ مسلمانوں کو خدا تعالیٰ پر بھروسہ تھا اور کافروں کو سامان جنگ پر، خاندانی برتری پر اور تعداد کی کثرت پر غرور و ناز تھا۔ اب دیکھو کس طرح اللہ پاک نے ساتھ دیا اُس زمانے کے دستور کے مطابق عام حملے سے پہلے دونوں فوجوں کے مانے ہوئے بہادر سامنے آکر لڑتے تھے کافروں کی طرف سے عتبہ اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید کے ساتھ آگے بڑھا۔ آپؐ نے حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہؓ کو آگے بڑھایا۔ کفّار کے تینوں بہادر مارے گئے اب عام

حملہ ہوا تھا آپؐ اور حضرت ابوبکرؓ سائبان میں جا کر دُعا کرنے لگے۔
دُعا میں گڑگڑانے اور آہ وزاری کا عجیب عالم تھا آپؐ اللہ تعالیٰ
سے فریاد کر رہے تھے۔" اے میرے خدا اپنے وعدوں کو پورا کر۔
اے میرے مالک! اگر مسلمانوں کی یہ جماعت آج اس میدان میں
ہلاک ہو گئی تو دنیا میں تجھ کو پوجنے والا کوئی نہ رہے گا۔"
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم توحید کے قیام کے لیے فکر مند تھے اور ادھر
ابو جہل دعا کر رہا تھا۔" اے خدا! وہ فریق جس نے رشتوں کو توڑ رکھا
ہے اور دین میں ایک بدعت پیدا کی ہے تو آج اسے اس میدان میں
تباہ و برباد کر۔" (ابن ہشام)
"اے ہمارے رب اگر محمدؐ کا لایا ہوا دین سچا ہے تو آسمان سے ہم
پر پتھروں کی بارش برسا یا کسی اور دردناک عذاب سے ہمیں تباہ و
برباد کر" (بخاری و تفسیر سورہ انفال)

بچہ ۔ اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کی یہ دُعا تو پوری نہ ہوئی۔ البتہ ابوجہل
نے جو یہ دُعا کی ہمیں تباہ و برباد کر' وہ پوری ہو گئی۔

ماں ۔ جی ہاں! اُس بدبخت کی دُعا پوری ہوئی۔ کیسے پوری ہوئی۔ اس کے
لئے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی ایک روایت بیان کرتی ہوں۔
"جب عام جنگ شروع ہوئی تو میں نے اپنے دائیں بائیں نظر ڈالی۔
مگر کیا دیکھتا ہوں کہ انصار کے دو نوجوان لڑکے میرے پہلو بہ پہلو
کھڑے ہیں۔ انہیں دیکھ کر میرا دل کچھ بیٹھ سا گیا۔ کیونکہ ایسی جنگوں

میں دائیں بائیں کے ساتھیوں پر لڑائی کا بہت انحصار ہوتا ہے اور وہی شخص اچھی طرح لڑ سکتا ہے جس کے پہلو محفوظ ہوں میں اس خیال میں ہی تھا کہ ان لڑکوں میں سے ایک نے مجھ سے آہستہ سے پوچھا گویا کہ وہ دوسرے سے اپنی یہ بات مخفی رکھنا چاہتا ہے کہ چچا وہ ابوجہل کہاں ہے جو مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ دیا کرتا تھا۔ میں نے خدا سے عہد کیا ہوا ہے کہ میں اُسے قتل کروں گا یا قتل کرنے کی کوشش میں مارا جاؤں گا۔ میں نے ابھی اس کا جواب نہ دیا تھا کہ دوسری طرف سے دوسرے نے بھی اسی طرح آہستہ سے یہی سوال کیا۔ میں ان کی یہ جرأت دیکھ کر حیران سا رہ گیا کیونکہ ابوجہل گویا سردارِ لشکر تھا اور اُس کے چاروں طرف تجربہ کار سپاہی جمع تھے۔ میں نے اشارہ کر کے کہا کہ' وہ ابوجہل ہے، میرا اشارہ کرنا تھا کہ وہ دونوں بچے باز کی طرح جھپٹے اور دشمن کی صفیں کاٹتے ہوئے آنِ واحد میں وہاں پہنچ گئے اور اس تیزی سے وار کیا کہ ابوجہل اور اس کے ساتھی دیکھتے رہ گئے اور ابوجہل خاک پر تھا۔ (بخاری کتاب المغازی) ان دونوں بہادر بچوں کے نام معاذ اور معوذ تھے۔ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے معاذ پر پیچھے سے تلوار کا وار کیا اُن کا بازو کٹ گیا مگر ساتھ لٹکا ہوا بازو لڑنے میں دشواری پیدا کر رہا تھا۔ معاذ نے اُسے زور سے کھینچ کر الگ کر کے پھر سے لڑنا شروع کر دیا (طبری)

بچہ۔ کتنے بہادر لڑکے تھے۔ کاش میں بھی اللہ تعالیٰ کی خاطر ایسا بہادر ہو جاؤں۔

ماں ۔ آمین۔ اللھم آمین۔ آگے یہ ہوا کہ بظاہر تو نہتے مسلمانوں اور متکبر کافروں کی جنگ جاری تھی مگر اصل جنگ سائبان کے نیچے دعاؤں سے لڑی جا رہی تھی۔ آپؐ سجدے سے اُٹھے سورہ قمر کی ایک آیت آپؐ کی زبان پر تھی۔ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ (القمر: ۴۶) کفار کا لشکر ضرور پسپا ہوگا اور پیٹھ دکھائے گا۔ آپؐ نے ریت اور کنکر کی ایک مٹھی اُٹھائی اور کفار کی طرف پھینک دی (سورہ انفال) اور جوش کے ساتھ فرمایا شَاهَتِ الْوُجُوهُ دشمنوں کے منہ بگڑ جائیں گے۔ اس کے ساتھ ہی ریت و کنکر کی تیز آندھی آئی جس کا رُخ کفار کی طرف تھا۔ ایسی بھگدڑ مچی کہ تھوڑی دیر میں میدان صاف تھا مسلمانوں نے ستر کافر پکڑ کر قیدی بنا لئے اور ستر رؤسائے قریش جنگ میں مارے گئے تھے۔ قرآن پاک کا وعدہ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ کفار کی جڑ کاٹ دی جائے گی پورا ہو گیا۔

بچہ ۔ میرا دل کر رہا ہے زور سے نعرہ تکبیر اللہ اکبر کہوں۔

ماں ۔ آپ اور بھی جوش سے نعرہ ماریں گے جب سُنیں گے کہ مرتے مرتے ابوجہل نے پوچھا کہ میدان کس کے ہاتھ رہا تو اُسے جواب ملا۔

خدا اور اس کے رسولؐ کے ہاتھ

یہ آخری جملہ تھا جو اُس نے مرنے سے پہلے سُنا۔

آپؐ تین دن تک میدان بدر میں رہے۔ اپنے شہداء کو دفن کیا زخمیوں کی مرہم پٹی کی۔

بچہ۔ اُس بچے عمیر کا کیا ہوا جو رو کر ضد کر کے شامل ہوا تھا۔

ماں۔ کل چودہ شہید ہونے والے مسلمانوں میں عمیر بھی شامل تھا۔ اسلام کا کم سن شہید۔ بدر سے مدینہ روانہ ہوتے وقت آپؐ نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کو آگے آگے بھیجا تاکہ اہل مدینہ کو خوشخبری سنائیں۔ مدینہ میں حضرت زیدؓ کے پہنچنے سے پہلے حضرت رقیہؓ بنت رسولؐ اللہ وفات پا چکی تھیں۔ فتح کی خبر نے غم زدہ دلوں کو کچھ ڈھارس دی۔

بچہ۔ آپؐ غمگین بھی ہوں گے خوش بھی ہوں گے۔

ماں۔ آپؐ تو ہر حال میں اللہ پاک کی رضا میں راضی رہتے تھے۔

اب میں آپ کو مسلمانوں کے قیدیوں سے سلوک کے بارے میں بتاتی ہوں۔ عرب میں اسلام سے پہلے جنگی قیدیوں کو قتل کر دیتے یا غلام بنا لیتے تھے مگر اسلام کی حسین تعلیم کے مطابق قیدیوں سے بہت اچھا سلوک کیا گیا جو قیدی اسلام قبول کر لیتے آزاد کر دیئے جاتے۔ جو فدیہ ادا کرتے آزاد کر دیئے جاتے۔ جو غریب تھے انہیں بطور احسان آزاد کر دیا جاتا۔ جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے ان کا فدیہ دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھانا مقرر ہوا۔ قیدیوں سے سلوک میں دو واقعات سنیئے۔ عباس آپؐ کے حقیقی چچا تھے مسجد نبوی کے ایک ستون کے ساتھ عام قیدیوں کی طرح بندھے ہوئے تھے اُن کے کراہنے کی آواز سے آپؐ کو نیند نہیں آرہی تھی۔ انصار کو معلوم ہوا تو عباس کے بندھن ڈھیلے کر دیئے۔ جب آپؐ کو اس بات کا علم ہوا تو عدل و انصاف

قائم کرنے والے آقاؐ نے اپنی تکلیف کا خیال نہ کیا اور فرمایا "بندھن ڈھیلے کرنے ہیں تو سب کے ڈھیلے کرو۔" چنانچہ سب کے بندھن ڈھیلے کر دیئے گئے۔

دوسرا واقعہ آپؐ کے داماد ابوالعاص کا ہے وہ بھی جنگی قیدی تھے اُن کی آزادی کے لئے فدیہ میں حضرت زینبؓ بنت رسول اللہؐ نے جو چیزیں بھیجیں اُن میں ایک ہار تھا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹی کو جہیز میں دیا تھا۔ ہار دیکھ کر آپؐ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یاد آگئیں اور آنکھوں میں آنسو آگئے آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا "اگر تم پسند کرو تو زینبؓ کا مال اسے واپس کر دو" صحابہ کرام رضؓ نے فوراً مال واپس کر دیا۔

بچہ ۔ پھر ابوالعاص تو آزاد نہ ہو سکے ہوں گے۔

ماں ۔ ابوالعاص کے لئے دوسرا فدیہ مقرر کیا گیا اور وہ یہ تھا کہ مکہ جا کر بنت رسول اللہؐ کو مدینہ بھجوا دیں۔ وعدے کے مطابق انہوں نے حضرت زینبؓ کو مدینہ بھجوانے کا انتظام کیا مگر راستے ہی میں قریشِ مکہ انہیں واپس بھجوانے پر جھگڑا کرنے لگے حتّٰی کہ ایک بدبخت نے زور سے نیزے کا وار کیا جس سے وہ زخمی ہو گئیں۔ اس زخم کے نتیجہ میں ہونے والی کمزوری سے وہ کچھ عرصے بعد وفات پا گئیں پھر ابوالعاص بھی مسلمان ہو کر مدینہ میں آگئے۔

بچہ ۔ آپؐ کو کتنا صدمہ ہوا ہو گا۔

ماں - اللہ پاک نے آپؐ کی خوشی کا سامان بھی کیا۔ آپ کو یاد ہے نبوت کے دسویں سال شوال کے مہینے میں حضرت عائشہ صدیقہؓ بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ سے آپؐ کا نکاح ہوا تھا۔ رخصتانہ نہیں ہوا تھا کیونکہ آپؓ کی عمر کم تھی۔ اب ہجرت کے دوسرے سال جبکہ آپؓ کی عمر بارہ سال ہو گئی تھی (سیرت خاتم النبیین صفحہ ۲۴۵) مارچ اپریل ۶۲۴ء میں شوال میں آپ کا رخصتانہ ہوا۔ کم عمری کی وجہ سے اپنی گڑیاں بھی ساتھ لائیں۔ آپؐ کی محبت اور تربیت میں رہ کر غیر معمولی ذہانت کا ثبوت دیا یادداشت بہت تیز تھی۔ آپؓ سے جو احادیث روایت ہوئی ہیں اُن کی تعداد دو ہزار دو سو دس تک پہنچی ہے۔ آپؓ نے طویل عمر پائی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قریباً اڑتالیس سال زندہ رہیں۔ ۶۸ سال عمر پائی[۱]۔ آپؐ نے فرمایا تھا "آدھا دین عائشہؓ سے سیکھو"۔ آپؓ عورتوں اور مردوں کو تعلیم دیتیں۔ بہت عبادت کرنے والی اور دوسروں کی خدمت کرنے والی خاتون تھیں۔ اللہ پاک سب عورتوں کو اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بچہ - اَللّٰھُمَّ آمین

ماں - اب میں آپ کو ایک اور خوشی کی بات بتاؤں گی اسی سال ذوالحج کے مہینے میں آپؐ کی لاڈلی بیٹی، حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی نشانی، حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا رخصتانہ ہوا۔ حضرت علیؓ نے زرہ بیچ کر شادی کے

---

[۱] طبقات جلد ۸ صفحہ ۵۳

اخراجات اور مہر کی رقم ادا کی اور جہیز میں اُس شاہزادی کو ایک چادر، ایک چمڑے کا گدیلا جس کے اندر کھجور کے خشک پتے بھرے ہوئے تھے اور ایک مشکیزہ دیا۔ (نسائی بحوالہ تلخیص الصحاح کتاب النکاح) جب رخصتی ہو گئی تو آپؐ اپنی بیٹی کے گھر تشریف لے گئے اور دعا کی۔ "اے میرے اللہ تو ان دونوں کے باہمی تعلقات میں برکت دے اور ان کے اُن تعلقات میں برکت دے جو دوسروں کے ساتھ قائم ہوں اور اُن کی نسل میں برکت دے۔" (اصابہ) اللہ پاک نے آپؐ کی دُعا سنی۔ اور حضرت فاطمہ رضؓ کی نسل سے آپؐ کی نسل قائم ہوئی۔ مسلمانوں میں جو سیّد کہلاتے ہیں انہیں کی نسل سے ہیں۔

بچہ ۔ آپؐ کو حضرت فاطمہ رضؓ سے بہت محبت تھی پھر شادی اتنی سادگی سے کیوں ہوئی۔

ماں ۔ محبت کا تو یہ عالم تھا کہ جب حضرت فاطمہ رضؓ آپؐ کے پاس آتیں تو آپؐ بیٹی کے پیار اور عزت کی خاطر کھڑے ہو جاتے۔ ان کا ہاتھ پکڑ کر چومتے اور اپنے پاس بٹھاتے جب آپ سفر پر جاتے تو سب سے آخر میں اُن سے ملتے تاکہ جدائی کا وقت کم سے کم ہو۔ اب رہی سادگی سے رخصت کرنے کی بات تو بچے جو حضرت فاطمہ رضؓ کے والدؐ تھے وہ اس دنیا میں تشریف ہی اس لئے لائے تھے کہ دُنیا کی محبت کم کر کے اللہ تعالیٰ کی محبت دلوں میں قائم فرمائیں۔ دنیاوی سازوسامان کی آپؐ کے نزدیک اہمیت نہ تھی نہ وہ یہ چاہتے تھے کہ حضرت فاطمہ رضؓ کے دل

ہیں اُن کی اہمیت ہو۔ آپؐ نے اُنکی ایسی تربیت فرمائی تھی کہ بڑائی چھوٹائی کا تصور بھی نہیں تھا بلکہ ایک دفعہ ایک چور عورت کے ہاتھ کاٹنے کی سزا پر جب اُس کی سفارش آئی تو آپؐ نے فرمایا۔ "اگر میری بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرتی تو میں ہاتھ کاٹنے میں اس کی رعایت نہ کرتا۔"

بچہ ۔ اب مجھے خیال آرہا ہے کہ مکہ والے اپنے سرداروں کے مارے جانے کے بعد کم ہمت ہو کر بیٹھ گئے ہوں گے۔

ماں ۔ نہیں بچے ابھی ابوسفیان باقی تھا۔ اُس نے نجد کے وسطی علاقے کے دو قبیلوں بنو سلیم اور بنو غطفان کو اتنا بھڑکایا کہ وہ بڑا لشکر جمع کر کے مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے نکلے۔ ابھی جنگِ بدر سے واپس آئے چند دن ہی ہوئے تھے پھر بھی آپؐ فوراً اصحابہ کرامؓ کو ساتھ لے کر بڑا لمبا اور تکلیف دہ سفر کر کے نجد کے ایک مقام قرقرۃ الکدر پہنچے تو معلوم ہوا وہ ڈر کے مارے پہاڑوں میں چھپ کر بیٹھ گئے ہیں۔ اس کو غزوہ قرقرۃ الکدر کہتے ہیں۔ (شوال ۲ھ مطابق مارچ اپریل ۶۲۴ء)

بچہ ۔ ابوسفیان کو یہ سمجھ نہ آئی کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ساتھ ہے وہ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

ماں ۔ یہی تو اُس کی بدقسمتی تھی اب دیکھو وہ پھر دو سو مسلح افراد لے کر مکہ سے نکلا۔ اپنے لشکر کو کچھ فاصلے پر چھوڑ کر بزدلوں کی طرح رات کی تاریکی میں مسلمانوں سے معاہدہ کرنے والے یہودی قبائل سے ملاقات کی۔ ان سے شہر کے کچھ کمزور حصوں کے متعلق معلومات لیں اور وہاں سے گھس کر

دو مسلمانوں کو قتل کر دیا۔ کھجور کے درختوں کو آگ لگا دی کچھ جھونپڑیاں جلا دیں مگر جب علم ہوا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے ساتھ پیچھا کرنے نکلے ہیں تو ایسا بھاگے ہیں کہ سامان بھی راستے میں پھینکتے گئے۔ ان کے پھینکے ہوئے سامان میں زیادہ تر ستّو تھے جسے عربی میں سویق کہتے ہیں۔ اس لئے یہ غزوہ سویق کہلایا جو ذوالحج ۲ھ میں پیش آیا۔

بچہ ۔ ذوالحج میں تو بڑی عید ہوتی ہے مسلمانوں نے عید کیسے منائی ؟

ماں ۔ آپ کو عید خوب یاد رہتی ہے۔ اُس سال یعنی ۱۰ ذوالحج ۲ھ میں مسلمانوں نے پہلی عید الاضحیہ منائی۔ عید کی نماز پڑھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کی یاد میں جانور ذبح کئے۔ آپؐ نے عید کے سارے مسائل سکھائے۔ اس کے بعد ایک اور غزوہ ہوا۔

بچہ ۔ یہ بھی ۲ھ کا واقعہ ہے ؟

ماں ۔ اندازے سے ۲ھ کے آخر کا واقعہ ہے۔ آپ کو بتایا تھا کہ مدینے کے یہودی قبائل بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ سے امن کا معاہدہ ہوا تھا مگر ان میں سے بنو قینقاع نے میدانِ بدر میں فتح اور اسلام کے پھیلنے ہوئے اثر سے حسد میں آکر اندر اندر فتنے پھیلانے شروع کر دیئے حتّٰی کہ یہاں تک گستاخی کی کہ کہنے لگے بدر میں قریش کو ہرا کر خود کو کیا سمجھنے لگے ہیں۔ ہم سے لڑیں تو پتہ چلے کتنے بہادر ہیں۔ آپؐ نے اپنے

طریق کے مطابق انہیں سمجھانے کی کوشش کی مگر جب اندازہ ہو گیا کہ اُن پر تو جنگ کا بھوت سوار ہے تو صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت لے کر گئے وہ قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے۔ پندرہ دن کے بعد شکست تسلیم کر لی۔ اُن اُن کا قصور اتنا بڑا تھا کہ آپؐ نے انہیں اپنے بیوی بچوں اور جانوروں کے ساتھ مدینے سے نکل جانے کا حکم دیا۔ یہ سزا تو آپؐ نے دی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سزا ملی کہ اُن میں کوئی ایسی بیماری پھوٹ پڑی جس سے سارا قبیلہ ہی ختم ہو گیا (زرقانی جلد ۱ صفحہ ۲۵۸)

اس سال کے آخر میں آپؐ نے مسلمانوں کے لئے ایک قبرستان جنت البقیع کے نام سے تجویز فرمایا جس میں سب سے پہلے دفن ہونے والے حضرت عثمانؓ بن مظعون تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن سے اتنا پیار تھا کہ کبھی کبھی جنت البقیع جا کر ان کے لئے دعا کیا کرتے تھے (اسد الغابہ)

بچہ - نابینا تھے آپؐ نے ایک دفعہ اپنے بعد انہیں مدینے میں امیر بھی مقرر فرمایا تھا۔

ماں - بالکل ٹھیک۔ بنو قینقاع کی طرح دوسرے قبائل بھی اسلام اور بانیٔ اسلام کے خلاف منصوبوں میں مصروف رہتے چنانچہ بنو غطفان کے بعض قبائل جون جولائی ۶۲۴ء میں نجد کے مقام ذی امر میں مدینہ پر حملہ کی نیت سے جمع ہوئے۔ آپؐ کو علم ہوا تو ساڑھے چار سو صحابہ کرامؓ کی فوج لے کر محرم ۳ھ کے آخر یا صفر کے شروع میں مدینے سے ذی امر تشریف لے گئے مگر شر پسند پہاڑیوں میں چھپ گئے اس طرح خطرہ ٹل گیا۔

بچہ ۔ ایسا لگتا ہے باقی قبیلے کچھ ڈر گئے ہوں گے ۔

ماں ۔ ڈرتے تو ضرور تھے مگر حسد اور مکہ والوں کے اُکسانے پر ہر وقت فساد پر تیار رہتے ۔ ان کا ذکر تو رہے گا ہی پہلے میں آپ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت اُمّ کلثومؓ کی شادی کے متعلق بتا دوں جو ربیع الاوّل ۳ھ میں ہوئی ۔ آپؐ کو یاد ہو گا ہجرت کے بعد حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہؐ فوت ہو گئی تھیں جو حضرت عثمانؓ کی بیوی تھیں ۔ آپؐ نے حضرت عثمانؓ سے اپنی دوسری بیٹی اُمّ کلثومؓ کی شادی کر دی ۔ اس لئے حضرت عثمانؓ کو ذوالنورین (یعنی دو نوروں والا) بھی کہتے ہیں ۔ حضرت اُمّ کلثومؓ کے کوئی بچہ نہیں ہوا جبکہ ان کی بہن حضرت رقیہؓ سے ایک بیٹا پیدا ہوا تھا جو چھ سال زندہ رہا ۔

بچہ ۔ مقابلوں اور جنگوں کے حالات سن کر بھی اچھا لگتا ہے مگر جب مسلمانوں کے عام رہن سہن اور پیارے آقاؐ کی صبح و شام کی باتیں بتاتی ہیں تو بڑا لطف آتا ہے ۔

ماں ۔ اُن دنوں صبح و شام ہی تھے صحرائے عرب کی شدید گرمی میں بھی چین نہیں لے سکتے تھے کبھی کہیں سے فوجی اجتماع اور تیاریوں کی خبر آ جاتی کبھی کہیں سے اندرونی بیرونی خطرے، خفیہ سازشیں اور شرارتیں ہر وقت چوکس و بیدار رہنے کا تقاضا کرتیں ۔ جمادی الآخر ۳ھ میں بھی قریش مکہ کے ایک قافلے کے نجدی راستوں سے گذرنے کا خطرہ تھا جن کی روک تھام کے لئے حضرت زید بن حارثہ کو بھیجا دونوں کا قردہ کے مقام پر سامنا ہوا ۔

انہوں نے ایسی حکمتِ عملی سے کام لیا کہ وہ بھاری سازوسامان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے مزے کی بات یہ کہ اُن میں ابوسفیان اور صفوان بن اُمیہ جیسے بہادری کے دعوے کرنے والے رئیس بھی تھے۔

اب سنو عام رہن سہن کا واقعہ، حضرت عمرؓ کی ایک بیٹی تھیں حفصہؓ، ابھی بیس سال کی تھیں کہ اُن کے شوہر کا انتقال ہوگیا۔ کچھ عرصے کے بعد حضرت عمرؓ نے سوچا کہ حفصہؓ کی دوسری شادی کر دینی چاہیئے۔ حضرت عثمانؓ کے پاس گئے اور کہا کہ میری بیٹی بیوہ ہوگئی ہے آپ پسند کریں تو اُس سے شادی کرلیں مگر حضرت عثمانؓ خاموش رہے۔ پھر یہی بات حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہی حضرت ابوبکرؓ بھی خاموش رہے۔ حضرت عمرؓ کو بڑا ملال ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور سارا ماجرا سنا دیا۔ آپؐ نے فرمایا عمر! کچھ فکر نہ کرو خدا کو منظور ہوا تو حفصہ کو عثمان سے بہتر شوہر اور عثمان کو حفصہ سے بہتر بیوی ملے گی۔ (زرقانی حالات حفصہؓ)

اب آپ سوچیں کہ عثمانؓ و ابوبکرؓ سے بہتر کون تھا۔

بچہ ۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

ماں ۔ جی ہاں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی حضرت حفصہ رضؓ سے ہوئی اور حضرت عثمانؓ کو حضرت اُم کلثومؓ جیسی بیوی مل گئیں۔ آپؐ سے حضرت حفصہؓ کی شادی شعبان ۳ ہجری میں ہوئی[1] (جنوری فروری

[1] صحیح بخاری جلد ۲ صد ۲۹،

۶۲۵ء) حضرت حفصہؓ کی عمر اس وقت اکیس سال تھی۔ وہ لکھنا پڑھنا جانتی تھیں وہ تریسٹھ سال کی عمر میں ۴۵ہجری میں فوت ہوئیں۔

اب آپ کو ایک خوشی کی خبر سناتی ہوں۔ ۵ ار رمضان ۳ھ کو حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کو اللہ پاک نے چاند سا بیٹا دیا بچے کی شکل بالکل اپنے نانا ؐ سے ملتی تھی۔ نانا جان نے بچے کا نام حسنؓ رکھا یہ لاڈلا بچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں کھیلتا رہتا آپؐ نماز میں ہوتے تو حسنؓ آپ سے لپٹ جاتے۔ رکوع میں ہوتے تو آپؐ کی ٹانگوں میں سے راستہ بنا کر نکل جاتے کئی دفعہ آپؐ فرماتے "خدایا مجھے ان بچوں سے محبت ہے تو بھی ان سے محبت کر اور ان سے محبت کرنے والوں سے محبت کر"

اچھا اب آپ ایک بات خوب سوچ کر بتائیں کہ جنگ بدر میں مسلمانوں کی فتح میں کس کس بات نے مدد کی۔

بچہ۔ سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ نے احسان کیا، آپؐ کی دعائیں سنیں۔ دوسرے آپؐ کی چوکسی اور بیداری نے، آپؐ پارٹیاں بھیجا کرتے تھے جس سے آپؐ ہر وقت حالات سے باخبر رہتے اور صحیح وقت پر کارروائی کرتے۔

ماں۔ بالکل ٹھیک آپ نے بہت اچھا نتیجہ نکالا۔ اب جو بات میں آپ کو بتاؤں گی اس سے بھی آپ کی جنگی حکمت عملی اور محتاط طبیعت کا اندازہ ہو گا۔ مکہ اور مدینہ میں تین دن کے تیز رفتار سفر کا فاصلہ تھا۔ مدینے میں بیٹھے بیٹھے وہاں کے حالات کا اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔ آپؐ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ کو مسلمان ہو جانے کے بعد مکہ ہی میں ٹھہرنے کی تاکید کر

رکھی تھی تاکہ وہ حالات پہ نظر رکھیں۔ حضرت عباسؓ کو علم ہوا کہ قریش مکہ نے تجارتی قافلوں سے کمایا ہوا سرمایہ جو پچاس ہزار دینار کے مطابق تھا نکالا ہے اور اس سے زور شور سے جنگ کی تیاریاں شروع کر دی ہیں تو حضرت عباسؓ نے قبیلہ بنو غفار کے ایک تیز رفتار سوار کو بڑے انعام کا وعدہ دے کر ایک خط آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچانے کے لیے بھیجا جب یہ قاصد مدینہ پہنچا۔ آپؐ قباء میں تشریف فرما تھے وہیں یہ خط ملا۔ کھول کر دیکھا تو علم ہوا کہ قریشِ مکہ بہت بڑا لشکر لے کر مدینہ پہ حملہ کرنے والے ہیں۔

بچہ ۔ مدینے میں بھی جنگ کی تیاریاں شروع ہو گئیں؟

ماں ۔ جی ہاں! سب سے پہلے تو مدینے میں مسلمانوں کی مردم شماری کرائی گئی جس سے پتہ چلا کہ کل مسلمانوں کی تعداد پندرہ سو ہے جبکہ کفار کے لشکر میں تین ہزار بہادر جوان شامل تھے جن کا تعلق صرف مکہ سے نہیں تھا بلکہ اردگرد کے قبائل سے بھی فوجی جمع کئے۔ ان تین ہزار میں سات سو زرہ پوش تھے، دو سو گھوڑے اور تین ہزار اُونٹ تھے۔ وہ اپنی بعض خواتین کو بھی ساتھ لائے تھے جو جنگ پہ اُکسانے کے لئے گانے بجانے کا سامان ساتھ لائی تھیں۔ یہ لشکر دس گیارہ دن سفر کر کے مدینے کے پاس تین میل کے فاصلے پر اُحد پہاڑی کے پاس ٹھہر گیا اور ایک سرسبز چراگاہ عریض کو تباہ کر دیا۔ عریض پہ حملے نے اُن کے خونی ارادوں کو بالکل ظاہر کر دیا۔ آپؐ نے جمعہ کے دن صبح ہی صبح مسلمانوں کو جمع کر کے مشورہ چاہا اور اپنا

ایک خواب بھی سنایا۔

بچہ ۔ مجھے بھی آپؐ کا خواب سنائیے۔

ماں ۔ آپؐ نے فرمایا۔ آج رات میں نے خواب میں ایک گائے دیکھی ہے اور نیز میں نے دیکھا کہ میری تلوار کا سر ٹوٹ گیا ہے۔ اور پھر میں نے دیکھا کہ وہ گائے ذبح کی جا رہی ہے۔ اور میں نے دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک محفوظ اور مضبوط زرہ کے اندر ڈالا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ ایک مینڈھا ہے جس کی پیٹھ پر میں سوار ہوں۔ اس کی تعبیر آپؐ نے یوں بیان فرمائی ہے کہ گائے کے ذبح ہونے سے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ میرے صحابہؓ میں سے بعض کا شہید ہونا مراد ہے اور میری تلوار کے کنارے کے ٹوٹنے سے میرے عزیزوں میں سے کسی کی شہادت کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے یا خود مجھے اس مہم میں کوئی تکلیف پہنچے گی اور زرہ کے اندر ہاتھ ڈالنے سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس حملے کے مقابلہ کے لئے ہمارا مدینہ کے اندر ٹھہرنا زیادہ مناسب ہے اور مینڈھے سے آپؐ نے لشکرِ کفار کا سردار یعنی عَلم بردار مراد لیا جو انشاءاللہ مسلمانوں کے ہاتھوں مارا جائے گا۔ (زرقانی و ابن سعد)

بچہ ۔ اس خواب سے تو یہی لگتا ہے کہ مدینے میں ٹھہر کر مقابلہ کیا ہوگا۔

ماں ۔ خواب کی تعبیر یہی تھی اور بڑے بڑے صحابہؓ نے بھی یہی مشورہ دیا تھا مگر وہ صحابہؓ جو جنگِ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے اور وہ نوجوان جو جذبۂ جہاد سے بے تاب ہو رہے تھے بے حد اصرار کرنے لگے کہ مدینہ

سے باہر نکل کر کھلے میدان میں مقابلہ کیا جائے ۔ اتنا جوش و جذبہ دیکھ کر آپؐ نے ان کی بات مان لی اور جمعہ کی نماز کے بعد مسلمانوں میں عام تحریک کی کہ ثواب حاصل کرنے کے لئے اس غزوہ میں شریک ہوں پھر آپؐ اپنے گھر تشریف لے گئے جہاں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی مدد سے آپؐ نے عمامہ باندھا اور لباس پہنا اور پھر دوہری زرہ اور خود پہنی اور ہتھیار لگائے ہوئے باہر تشریف لائے لیکن اس دوران بعض بزرگوں نے سمجھایا کہ ہمیں رسول اللہؐ کی رائے کے بعد اپنی رائے پر اصرار نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ اس کا اظہار ندامت کے ساتھ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی کیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا ۔ ” خدا کے نبی کی شان سے بعید ہے کہ وہ ہتھیار لگا کر پھر اُسے اتار دے قبل اس کے کہ خدا کوئی فیصلہ کرے ۔ “

(بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب باب امرھم شوریٰ)

اُس وقت اُن کا کوئی جھنڈا بھی تھا ۔ بچہ

حال ۔ آپؐ نے تین جھنڈے تیار کروائے ۔ قبیلہ اوس کا جھنڈا حضرت سیدؓ بن الحضیر کے سپرد کیا گیا۔ قبیلہ خزرج کا جھنڈا حضرت حبابؓ بن منذر کے ہاتھ میں دیا گیا۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت علیؓ کو دیا گیا۔ آپؐ کا یہ دستور تھا کہ آپؐ لازماً اپنے بعد مدینے میں امیر مقرر فرما کر جاتے اس دفعہ حضرت عبداللہؓ بن اُم کلثوم کو امیر مقرر فرمایا اور نماز عصر کے بعد مدینہ سے باہر تشریف لائے۔ اُحد کا پہاڑ مدینہ سے شمال کی طرف

قریباً تین میل کے فاصلے پر ہے۔ اس کے نصف میں پہنچ کر شیخین کے
مقام پر آپؐ نے قیام فرمایا وہاں لشکر اسلامی کا معائنہ فرمایا کم عمر
بچوں کو واپس بھیج دیا۔

بچہ ۔ اس دفعہ کسی بچے نے ضد نہیں کی ؟

ماں ۔ اس دفعہ ایک بچے رافع ، جو تیر اندازی کا بہت ماہر تھا، کے والد
نے سفارش کی کہ انہیں ساتھ لے جائیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے
آنکھ اُٹھا کر دیکھا تو رافع خوب چستی سے تن کر کھڑے ہو گئے ان کو
ساتھ چلنے کی اجازت مل گئی۔ اس پر ایک اور بچے سمرہ بن جندب
نے اپنے ابو سے کہا کہ رافع کو اجازت مل گئی تو مجھے کیوں نہیں مل سکتی۔
میں تو رافع کو کشتی میں ہرا سکتا ہوں۔ اُس کے ابو نے ساری بات
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی تو آپؐ نے فرمایا اچھا رافع اور سمرہ
کی کشتی کراؤ۔ تاکہ معلوم ہو کہ کون زیادہ مضبوط ہے۔ مقابلہ ہوا تو سمرہ
نے رافع کو اٹھا کے پٹخ دیا۔ اس پر سمرہ کو بھی ساتھ چلنے کی اجازت
مل گئی (ابن ہشام وطبری) مسلمانوں نے رات وہیں بسر کی آپؐ نے
محمدؓ بن مسلمہ کو پچاس صحابہؓ کے ساتھ لشکر اسلامی کے ارد گرد پہرہ
دینے کی ڈیوٹی دی (ابن سعد)

دوسرے دن سحری کے وقت لشکر نے کوچ کیا۔ راستے میں فجر کی نماز
ادا کی اور اللہ تعالیٰ کے حضور خوب دُعائیں کیں صبح ہوتے ہی یہ لشکر
اُحد کے دامن میں پہنچ گیا۔ اس موقع پہ عبداللہ بن اُبَیّ بن سلول نے

غداری کی وہ شروع سے ہی منافق تھا۔ مُنہ سے کہتا تھا میں مسلمان ہوں مگر دل میں مسلمانوں سے نفرت تھی۔ ایسے وقت میں جبکہ جنگ ہونے والی تھی سپاہیوں کی بے حد ضرورت تھی وہ اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ واپس چلا گیا۔ اب مسلمانوں کی تعداد صرف سات سَو رہ گئی۔ ایک سَو زرہ پوش اور صرف دو گھوڑے تھے۔

بچہ ۔ اور کفار کا لشکر تین ہزار فوجیوں پر مشتمل تھا جن میں سات سو زرہ پوش سپاہی دو سو گھوڑے، تین ہزار اونٹ اور بے شمار سامانِ جنگ تھا۔ یہ تو کوئی مقابلہ ہی نہ ہوا۔

ماں ۔ مسلمانوں کے ساتھ اللہ پاک کی مدد تھی۔ اس وقت ہم یہ بھی تو اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان کو اللہ پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسا پیار تھا۔ اور وہ کتنے صابر اور توکل کرنے والے تھے۔ دین کی خاطر اپنی جان کی بالکل پرواہ نہ تھی۔ یہ اُن کے ایمان کو ناپنے کا پیمانہ بھی ہے۔ منافق واپس چلے گئے تو بعض اصحاب گھبرائے مگر زیادہ تر پکے ارادے کے ساتھ بظاہر موت کے منہ میں جانے کے لئے تیار تھے جہاں اللہ اور اُس کا رسولؐ لے جائے وہیں زندگی ہے وہیں موت ہے۔

اب میں آپ کو جنگی پوزیشن کے متعلق بتاؤں گی۔ بعد کے حالات کو سمجھنے کے لئے یہ پوزیشن ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔ اُحد کی پہاڑی مدینہ سے تین میل شمال کو تھی آپؐ نے فوج کو اس طرح کھڑا کیا کہ فوج کی پُشت اُحد کی طرف اور منہ مدینہ کی طرف تھا۔ اس طرح آپؐ اس خطرے سے

محفوظ رہنا چاہتے تھے کہ پیچھے سے کوئی حملہ کرے۔ اُس پہاڑی میں ایک درّہ سا تھا۔ اُس طرف سے خطرہ ہو سکتا تھا۔ آپؐ نے حضرت عبداللہؓ بن جبیر کی سرداری میں پچاس تیر انداز صحابیؓ درے کی حفاظت کے لئے مقرر فرمائے اور انہیں تاکید کی "دیکھو یہ درّہ کسی صورت میں خالی نہ رہے حتیٰ کہ اگر تم دیکھ لو کہ ہمیں فتح ہوگئی ہے اور دشمن شکست کھا کے بھاگ گیا ہے تو پھر بھی تم اس جگہ کو نہ چھوڑنا اور اگر تم دیکھو کہ پرندے ہمارا گوشت نوچ رہے ہیں تو پھر بھی تم یہاں سے نہ ہٹنا حتیٰ کہ تمہیں یہاں سے ہٹ آنے کا حکم ہو۔"

(بخاری کتاب الجہاد باب مایکرہ من التنازع)

اس حکم کے ساتھ آپؐ کو پُشت کی طرف سے اطمینان ہوگیا۔ قریش کے لشکر نے اس طرح صف بندی کی کہ ابوسفیان سپہ سالار تھا۔ فوج کے دائیں حصے کا سردار خالد بن ولید، بائیں طرف عکرمہ بن ابوجہل تھا۔ تیر اندازوں کا سالار عبداللہ بن ربیعہ تھا اور عورتیں پیچھے دف بجا بجا کر شعر گا گا کر مردوں کو جوش دلا رہی تھیں۔

بچہ ۔ یہ مقابلہ بھی پہلے ایک ایک بہادر سے شروع ہوا۔

ماں ۔ جی ہاں قریش مکہ کی طرف سے ابوعامر بڑے تکبر سے آگے بڑھا۔ مسلمانوں نے ایسے پتھر برسائے کہ وہ اور اس کے ساتھی بدحواس ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اُن کی بزدلی کو دیکھ کر کفار کے لشکر میں سے طلحہ دندناتا ہوا آگے آیا۔ حضرت علیؓ نے دو چار ہاتھ تلوار کے ایسے مارے کہ کاٹ

کر رکھ دیا۔ پھر طلحہ کا بھائی عثمان للکارتا ہوا آیا۔ حضرت حمزہؓ مقابلے پر نکلے اور جاتے ہی اسے مار گرایا۔ اپنے سالاروں کی دُرگت دیکھ کر کفار نے عام دھاوا بول دیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی تلوار ہاتھ میں لے کر فرمایا۔ " کوئی ہے جو اس کا حق ادا کرے۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت علیؓ کے علاوہ بھی بہت سے اصحاب نے ہاتھ آگے بڑھائے مگر آپؐ نے اپنی تلوار ابودجانہ انصاریؓ کو عطا فرمائی حضرت زبیرؓ کے دل میں حسرت آئی اور سوچا میں دیکھوں گا ابودجانہؓ اس تلوار کا حق کیسے ادا کرتے ہیں۔ جنگ میں ابودجانہؓ کے ساتھ ساتھ رہے اور دیکھا کہ ابودجانہؓ جدھر جاتے ہیں گویا موت بکھیرتے جاتے ہیں لبوں پر حمد کے ترانے ہیں۔ ایک دفعہ کافروں کے لشکر میں آگے سے گھس کر تلوار کے جوہر دکھاتے ہوئے پیچھے پہنچ گئے۔ حتّٰی کہ اُن کے سامنے ہند زوجہ ابوسفیان آگئی۔ ابودجانہ رضؓ نے تلوار اُٹھائی مگر پھر نیچے کرلی۔ حضرت زبیرؓ نے پوچھا کہ آپ نے تلوار نیچے کیوں کرلی۔ آپ نے بتایا کہ " میرا دل اس بات پر تیار نہیں ہوا کہ رسول اللہؐ کی تلوار ایک عورت پر چلاؤں " تب حضرت زبیرؓ کو سمجھ آئی کہ رسول اللہؐ کی تلوار کا جو حق ابودجانہؓ نے ادا کیا ہے شاید میں نہ کرسکتا۔

بچہ۔ کتنا عجیب واقعہ ہے۔ تلوار ہاتھ میں ہو دشمن سامنے ہو مارنے کی طاقت بھی ہو پھر بھی خود کو روک لینا بڑی بات ہے۔

ماں۔ جب انسان کے دل میں خدا کا پیار اور خدا کا خوف ہو اور وہ ہر حرکت

خدا کی خوشنودی کے لئے کرنے کا عہد کرلے تو خدا تعالیٰ یہ ہمت عطا فرماتا ہے۔ یہی طاقت تو کمزور مسلمانوں کو اپنے سے چار گنا دشمن کے سامنے لے آئی تھی۔ آپ کو یہ سن کر اللہ تعالیٰ کی خاص مدد پر زیادہ یقین آئے گا کہ قریش کے قومی جھنڈے کو فخر سے اُٹھانے والے نو آدمی ایک کے بعد ایک قتل ہوتے گئے۔ آخر طلحہؓ کے ایک بہادر حبشی غلام صواب نے جھنڈا ہاتھ میں لیا مگر ایک مسلمان نے ایک ہی وار میں اس کے ہاتھ کاٹ دیئے جس سے جھنڈا زمین پر گر گیا۔ صواب نے جھنڈے کو اپنی چھاتی سے لگا کر بلند کرنے کی کوشش کی مگر پھر ایک مسلمان نے زور کا وار کیا جس سے صواب وہیں ڈھیر ہو گیا اُس کے بعد قریش میں سے کسی کو جھنڈا اٹھانے کی ہمت ہی نہ ہوئی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے حکم دیا کہ نعرۂ تکبیر لگا کر زور سے حملہ کریں۔ مسلمانوں نے اس زور کا حملہ کیا کہ دشمن کی رہی سہی طاقت کو روندتے ہوئے وہ لشکر کے دوسرے پار عورتوں تک پہنچ گئے۔ مکہ کے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ ذرا سی دیر میں سب بھاگ گئے۔ میدان خالی ہوا مسلمان مالِ غنیمت جمع کرنے لگے۔

بچہ ۔ اور وہ مسلمان جو درّہ پہ پہرہ دے رہے تھے۔ اُن کا کیا ہوا ؟

ماں ۔ جب انہوں نے دیکھا کہ دشمن بھاگ گیا ہے فتح ہو گئی ہے مسلمان مالِ غنیمت جمع کر رہے ہیں۔ تو حضرت عبد اللہؓ بن جبیر کے ساتھیوں نے کہا کہ ہم نے حکم پر عمل کر لیا اب اطمینان ہو گیا ہے ہمیں اجازت دیں کہ ہم بھی لشکر کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ حضرت عبد اللہؓ بن جبیر نے آپؐ کا حکم

یاد دلایا مگر وہ نیچے اُتر آئے بس پانچ سات مسلمان اُن کے ساتھ رہ گئے۔
خالد بن ولید بڑا ہشیار سپاہی تھا۔ اُس کو اندازہ ہو گیا کہ درّہ خالی ہے
اپنے چند ساتھیوں کو جمع کیا۔ اس کے ساتھ عکرمہ بن ابو جہل بھی بچے کھچے
سپاہی لے کر آ گیا۔ عبداللہ بن جبیرؓ اور اُن کے ساتھیوں کو شہید کر دیا اور
مال غنیمت جمع کرنے میں مصروف، فتح کے خیال سے مسرور مسلمانوں پر
پیچھے سے حملہ کر دیا۔ یہ حملہ اتنا اچانک تھا کہ مسلمان جلدی سے سنبھل نہ
سکے پھر کفار نے یہ مشہور کر دیا کہ کفار نے سامنے سے بھی حملہ کر دیا ہے
ایک عورت نے گرا ہوا جھنڈا اُٹھا لیا جھنڈے کو دیکھ کر کفار پھر اکٹھے ہونے
لگے۔ ہر طرف سے گھیراؤ کی صورت نے گھبراہٹ پیدا کر دی۔ بعض مسلمان
آپس میں ہی لڑنے لگے۔ ایک بے درد کافر نے آپؐ کے چچا حضرت حمزہؓ
کو بھی شہید کر دیا۔ مسلمان عورتوں نے بڑی بہادری سے اپنے زخمیوں کو
پانی پلایا۔

بچہ۔ کاش درے والے اپنی جگہ نہ چھوڑتے۔ مسلمانوں کو اتنا بڑا نقصان نہ
اُٹھانا پڑتا۔ فتح شکست میں بدل گئی۔

ماں۔ یہ بات تو بالکل درست ہے کہ جو فرض سونپا جائے اُسے جان کی بازی
لگا کر بھی پورا کرنا چاہیئے۔ دوسرے فتح شکست میں نہیں بدلی البتہ اس فتح کی
بہت قیمت ادا کرنی پڑی۔ بہت سے صحابہؓ شہید اور زخمی ہوئے۔ قریش
کے ایک سپاہی عبداللہ بن قمیئہ نے مسلمانوں کے علم بردار حضرت مصعبؓ
بن عمیر پر حملہ کیا جس سے آپ کا دایاں ہاتھ کٹ گیا۔ حضرت مصعبؓ نے

فوراً جھنڈا بائیں ہاتھ سے تھام لیا اور جب اُس نے بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا تو دونوں کٹے ہوئے ہاتھوں کو جوڑ کر جھنڈا تھامنے کی کوشش کی اور جھنڈا سینے سے چمٹا لیا۔ ابن قمیئہ نے پھر وار کر کے حضرت مصعبؓ کو شہید کر دیا۔ جھنڈا تو کسی دوسرے مسلمان نے تھام لیا۔ مگر ابن قمیئہ نے حضرت مصعبؓ کے گرتے ہی شور مچا دیا کہ "میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مار لیا ہے"۔ مسلمان بہت بددل ہوئے۔ تھوڑے سے تو بھاگ کر مدینہ پہنچ گئے اور وہاں جا کر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خیالی شہادت اور مسلمانوں کی شکست کی خبر سنائی۔ مدینے کے لوگ اس خبر کے ساتھ جلد جلد دوڑتے ہوئے اُحد کے میدانِ جنگ میں پہنچے۔ کچھ مسلمان شکست کی تکلیف میں ایک طرف افسردہ ہو کر بیٹھ گئے۔ ایک بڑا گروہ آپؐ کے اردگرد جمع تھا اور بہادری سے دفاع کر رہا تھا۔ ان کے مقابل پر چاروں طرف لاتعداد کفار تھے جو پتھروں اور تیروں کی بارش کر رہے تھے۔ ایسے مشکل وقت میں اگرچہ مسلمان آپؐ کی حفاظت کے لئے آپؐ کے گرد جمع ہو گئے۔ تاہم ایک شدید حملے میں ایک پتھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر لگا جس سے آپؐ کا دانت مبارک ٹوٹ گیا اور ہونٹ زخمی ہو گیا (ابن ہشام) دوسرا پتھر آپؐ کی پیشانی مبارک پر لگا اور تیسرا آپؐ کے رخسار پر لگا جس سے آپؐ کے مِغفر (ہیلمٹ کی طرح کا سر پہ پہننے کا خود) کی دو کڑیاں آپؐ کے رخسار مبارک میں چبھ گئیں۔ اور آپؐ بہت زخمی ہو گئے۔

بچہ - میری جان آپؐ پر قربان ہو صحابہؓ کا اس وقت کیا حال ہوا ہوگا۔ جب اپنے آقاؐ کو زخمی دیکھا ہوگا۔

ماں - اگر میں آپ کو سب صحابہؓ کی قربانیاں بتاؤں تو آپ کو رشک آئے گا جن صحابہؓ نے آپؐ کو گھیرے میں لے رکھا تھا۔ پوری کوشش کر رہے تھے کہ ہر آنے والا پتھر اُن کو لگ جائے اور حضورؐ محفوظ رہیں۔ ہر تیر اُن کو چیر جائے پر محبوب آقاؐ بچ جائیں۔ مسلمانوں نے جان پر کھیل کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی اور دشمنوں پر تیر بھی چلائے۔ حضرت ابوطلحہؓ انصاری نے اتنے تیر برسائے کہ تین کمانیں ٹوٹ گئیں۔ اسی طرح حضرت سعدؓ بن وقاص بھی آپؐ کی طرف آنے والے وار خود پر لے رہے تھے اور تیر بھی چلا رہے تھے۔ حضرت ابودجانہؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کو چھپانے کے لئے ایسے کھڑے رہے کہ ان کا جسم تیروں سے چھلنی ہوگیا مگر وہ اس لئے حرکت نہ کرتے تھے کہ کہیں کوئی تیر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ لگ جائے۔ کفار کا ریلہ اتنا شدید ہوتا کہ مٹھی بھر مسلمان بکھر جاتے۔ ایک دفعہ تو آپؐ کے ساتھ صرف دو آدمی رہ گئے حضرت زیاد بن سکن کی پارٹی نے پروانوں کی طرح اپنی جانیں آپؐ کی حفاظت میں نثار کر دیں۔ آپؐ نے فرمایا "زیاد کو اٹھا کر میرے پاس لاؤ"۔ لوگ زیاد کو اٹھا کر لائے وہ زخموں سے اس قدر چور تھے کہ اپنا سر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر رکھا اور جان دے دی۔ ابن قمیئہ بڑی تیزی سے آگے بڑھا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑا زوردار وار

کیا۔ حضرت طلحہؓ نے ننگے ہاتھ پہ وار سہا اس کی تلوار حضرت طلحہؓ کے ہاتھ کو کاٹتی ہوئی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو پہ لگی۔ آپؐ چکرا کر گر گئے تو ابن قمیئہ پھر زور سے چلّایا "میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلّم) کو مار لیا ہے۔" آپؐ کو تو حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ نے اوپر اُٹھا لیا اور مسلمانوں کو اطمینان ہو گیا مگر کفار یہ سمجھے کہ کام ختم ہو گیا۔ لڑائی کی طرف سے توجہ ہٹالی اور اس طرح یہ جنگ ختم ہوئی۔ آپؐ اپنے صحابہؓ کو لے کر اُحد پہاڑ پر چڑھ کر ایک محفوظ درّے میں پہنچ گئے۔ حضرت علیؓ نے آپؐ کے زخم دھوئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح نے بڑی مشکل سے اپنے دانتوں سے کھینچ کر آپؐ کے رُخسارِ مبارک سے مِغفر کی کڑیاں نکالیں۔ اس کوشش میں ان کے دو دانت اکھڑ گئے۔

بچہ ۔ کتنے بُرے لوگ تھے اپنے نبیؐ کو خون سے رنگ دیا۔

ماں ۔ وہ تو بُرے تھے ہی مگر یہ دیکھیں کہ آپؐ کتنے اچھے تھے اس عالم میں بھی اُن کے لئے دُعا کر رہے تھے۔ "اے میرے اللہ! تو میری قوم کو معاف کر دے کیونکہ ان سے یہ قصور جہالت اور لاعلمی میں ہوا ہے۔"

(مسلم حالاتِ اُحد)

حضرت فاطمۃ الزہراؓ مدینے سے اُحد پہنچیں اور اپنے ابا جان کو زخمی حالت میں دیکھ کر فوراً زخموں کو دھونا شروع کیا۔ خون بند ہی نہیں ہو رہا تھا۔ حضرت فاطمہؓ نے ایک چٹائی جلا کر اس کی راکھ آپؐ کے زخم پہ رکھ کر پٹی باندھی تو خون بند ہوا۔ (بخاری کتاب المغازی حالاتِ اُحد)

کفار بہت دیر تک مقتولین اور زخمیوں میں آپؐ کو تلاش کرتے رہے جب مایوس ہو گئے تو ابوسفیان اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ درے کے پاس آیا اور اُونچی آواز میں پوچھا۔" مسلمانو! کیا تم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلّم) ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے اشارے سے چپ رہنے کا ارشاد فرمایا۔ پھر ابوسفیان نے ابوبکرؓ اور عمرؓ کا پوچھا۔ آپؐ نے پھر اشارے سے چُپ رہنے کا ارشاد فرمایا۔ کوئی جواب نہ پاکر ابوسفیان نے نعرہ مارا۔ اُعْلُ ھُبُلْ ، یعنی اے ہبل تیری بلندی ہو۔ (ہبل اُن کے بڑے بُت کا نام تھا) اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں بُت کا نام سُن کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم بے چین ہو گئے اور فرمایا ان کو جواب کیوں نہیں دیتے اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَلْ یعنی بلندی اور بزرگی صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ ابوسفیان نے کہا لَنَا الْعُزّٰی وَ لَا عُزّٰی لَکُمْ ہمارے ساتھ عزّیٰ ہے اور تمہارے ساتھ کوئی عُزّیٰ نہیں (ایک اور بُت کا نام ہے) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہؓ سے فرمایا کہو۔

اَللّٰہُ مَوْلٰنَا وَ لَا مَوْلٰی لَکُمْ ۔ اللہ ہمارا مددگار ہے اور تمہارے ساتھ کوئی مددگار نہیں۔

جنگ اُحد ۲۳ مارچ ۶۲۵ء مطابق ۷ شوال ۳ھ کو ہوئی۔

بچہ ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم اُحد میں کب تک تشریف فرما رہے۔ مدینہ والے تو بہت انتظار کر رہے ہوں گے۔

ماں ۔ وہاں ایسی ایسی خبریں گئی تھیں کہ صحیح حالات جاننے کے لئے لشکر کی واپسی

کا بے چینی سے انتظار تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم درّے سے اُترے اپنے شہدا کو دفن کروایا۔ ۷۰ مسلمان شہید ہوئے تھے (بخاری حالات اُحد) جبکہ کفار کی تئیس لاشیں تھیں (ابن سعد) اس موقع پر آپؐ نے بہت سی اسلامی تعلیمات سکھائیں۔ شہداء کو دفن کرنے اور نماز جنازہ پڑھنے کا طریق سکھایا۔ پھر عربوں کی ایک گندی رسم تھی کہ انتقام کے جوش میں مُردوں کے ناک کان کاٹ لیتے تھے اس کو مُثلہ کہتے تھے آپؐ نے فرمایا کہ مُثلہ اسلام میں منع ہے۔ مرنے والوں پہ بین کرنا اور اُونچی آواز میں بول بول کر رونا بھی منع فرمایا۔ آپ ہر رنگ میں ایک نیا اسلامی معاشرہ قائم فرما رہے تھے۔ جس میں محبت، بھائی چارہ، پیار، ایثار، قربانی، احترام، عزتِ نفس کا دور دورہ تھا۔ نفرت، دشمنی، انتقام کی آگ سے بچنے کی تعلیم تھی۔ شام کے وقت آپؐ نے واپسی کا سفر شروع کیا۔ ایک انصاری عورت بڑی گھبراہٹ میں مدینے سے اُحد کی طرف آ رہی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خیریت ہر ایک سے پوچھتی تھیں کسی نے اُسے باپ کی بیٹے کی اور پھر بھائی کی شہادت کی خبر دی مگر وہ بے تاب ہو کر آپؐ کا پوچھتی رہی۔ جب اُسے بتایا گیا کہ رسول اللہؐ خیریت سے تشریف لا رہے ہیں تو اُس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ "اگر آپؐ زندہ ہیں تو سب مصیبتیں ہیچ ہیں"، (ترمذی و ابن ماجہ) (طبری ۱۴۲۵)

بچہ ۔ کیسی محبت کرنے والی عورت تھی اور کتنا صبر تھا۔

ماں ۔ صبر کے ایسے ایسے واقعات ہیں کہ یقین نہیں آتا کہ انسان اتنا بھی صبر کر

سکتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی خاطر جان دینے کا ایسا شوق کہ حیرت ہوتی ہے۔

ایک واقعہ سنو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک نوجوان کو والد کی شہادت پر مغموم کھڑے دیکھا تو فرمایا۔ تمہیں ایک خوشی کی خبر سناؤں۔ جب تمہارے والد شہید ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن سے سامنے آکر بات کی اور فرمایا جو مانگنا چاہتے ہو مانگو۔

تمہارے باپ نے عرض کیا۔" اے میرے اللہ تیری کسی نعمت کی کمی نہیں ہے۔ لیکن خواہش ہے کہ پھر دُنیا میں جاؤں اور تیرے دین کے راستے میں پھر جان دوں۔"

خدا تعالیٰ نے فرمایا " ہم تمہاری اس خواہش کو بھی ضرور پورا کر دیتے لیکن ہم یہ عہد کر چکے ہیں کہ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ کوئی مردہ زندہ ہو کر اس دنیا میں نہیں جا سکتا۔

جابرؓ کے والد نے کہا " تو پھر میرے بھائیوں کو میری حالت کی اطلاع دے دی جاوے تاکہ ان کا جہاد کا شوق ترقی کرے۔" اس پر یہ آیت اُتری کہ " جو لوگ خدا کے رستے میں شہید ہوتے ہیں انہیں مُردہ نہ سمجھا کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے خدا کے پاس خوشی کی زندگی گزار رہے ہیں۔"

(ترمذی و ابنِ ماجہ بحوالہ زرقانی)

بچہ ۔ کفارِ مکہ تو خود کو فاتح سمجھ رہے ہوں گے۔

ماں ۔ فاتح تو سمجھ رہے تھے لیکن آپس میں زبردست بحث بھی ہو رہی تھی کوئی کہہ رہا تھا حملے کا کیا فائدہ ہوا جب مسلمان کمزور نظر آرہے تھے تو مدینہ

پر حملہ کیوں نہ کیا۔ کوئی کہہ رہا تھا تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کیا نہ ان کا مال لوٹا اور سب کیا دھرا چھوڑ کر واپس آ گئے۔ ان طعنوں اور جوش دلانے والی باتوں سے قریش پھر جمع ہوئے اور مدینہ کا رُخ کیا۔

آپؐ بھی غافل نہیں تھے۔ مسلمان ساری رات پہرہ دیتے رہے اور فجر سے پہلے مخبر نے اطلاع دی کہ کفارِ مکہ نے مدینے کا رُخ کیا ہے۔ چنانچہ آپؐ کسی حکمت کے تحت، صرف مجاہدینِ اُحد کو ساتھ لے کر آٹھ میل کا سفر کر کے حمراد الاسد پہنچے۔

بچہ ۔ وہ تو تھکے ہوئے اور زخمی تھے۔

ماں ۔ زخمی بھی تھے اور تھکے ہوئے بھی لیکن آپؐ نے اُن کے حوصلے بلند کرنے کے لئے انہیں کو ساتھ چلنے کے لیے ارشاد فرمایا اور وہ بڑے جوش و خروش سے نکلے۔ شام گہری ہوئی تو آپؐ نے فرمایا کہ مختلف جگہوں پر آگ روشن کر دی جائے۔ صحابہؓ نے تقریباً پانچ سو جگہ آگ روشن کر دی۔ ایک مشرک جس نے یہ نظارہ دیکھا جا کر کفار مکہ کو بتایا کہ مسلمانوں کا بہت بڑا لشکر دیکھ کر آیا ہوں اور اُن میں بے حد جوش ہے۔ ان باتوں کا ابوسفیان اور اس کے لشکر پر ایسا رعب پڑا کہ وہ واپس چلے گئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ "یہ خدا کا رعب ہے جو اُس نے کفار کے دلوں پر مسلط کر دیا ہے"۔ (زرقانی)

بچہ ۔ اللہ پاک نے جنگِ اُحد کے متعلق کچھ فرمایا ہے؟

ماں ۔ جی بچے۔ سورۃ آلِ عمران رکوع ۱۳ تا ۱۸ میں اس جنگ کے حالات پر

روشنی ڈالی گئی ہے اور مسلمانوں کو آئندہ کے لئے ہدایتیں دی گئیں۔

اسی زمانے میں سورہ نساء کا وہ حصّہ نازل ہوا جس میں فوت ہونے والے کی جائیداد کی تقسیم کا طریق بتایا گیا۔ اسلام سے پہلے جائیداد سے خواتین کو حصّہ نہیں ملتا تھا۔ اسلام نے عورتوں کو اُن کا حق دلوایا۔

اُس زمانے کی ایک اور بُری بات کثرت سے شراب پینا تھی۔ ۳ھ ہجری کے آخر یا ۴ھ ہجری کے شروع میں خدائی وحی کے مطابق شراب حرام قرار دے دی گئی۔[۵] آپ کو پتہ ہے شراب سے نشہ ہوتا ہے اور نشہ چھوڑنا بے حد مشکل ہوتا ہے۔ یکدم چھوڑنا تو بہت ہی مشکل ہوتا ہے مگر مسلمان آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی تربیت میں اس قدر کہنا ماننے والے ہو گئے تھے کہ جب آپؐ نے مدینے کی گلیوں میں اعلان کروایا کہ آج سے شراب حرام ہوگئی تو لوگوں نے شراب کے مٹکے بہا دیئے۔

مدینے کی گلیوں میں شراب ہی شراب بہتی نظر آرہی تھی۔ کسی نے یہ پتہ کرنے کی بھی کوشش نہیں کی کہ اعلان کرنے والا سچ کہہ رہا ہے یا جھوٹ بس شراب سے ہاتھ کھینچ لیا۔

بچہ ۔ کہنا ماننے کی عجیب مثال ہے۔

ماں ۔ دراصل صحابہ کرامؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر محبت کرتے تھے کہ اُن کے ہر فرمان پہ دل وجان سے عمل کرتے تھے تاکہ اللہ پاک کی خوشنودی حاصل ہو۔ جنگِ اُحد کے بعد مختلف قبائل نے جو پہلے

[۵] (زرقانی حالات غزوہ احد)

سے مسلمانوں سے خار کھائے بیٹھے تھے سر اٹھانا شروع کیا مگر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی بیدار مغزی اور ہوشیاری نے معاملات کو سنبھالے
رکھا۔ جون، جولائی ۶۲۵ء ماہ محرم ۴ھ ہجری میں قبائل عضل اور قارہ
کے چند لوگ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ ہمارے
قبائل میں بہت لوگ اسلام کی طرف مائل ہیں۔ آپ چند آدمی ہمارے
ساتھ روانہ فرمائیں۔ آپؐ نے عاصم بن ثابت کی امارت میں دس صحابیوں
کی پارٹی روانہ فرما دی۔ یہ دراصل بنو لحیان کی چال تھی۔ بہانے سے
مسلمانوں کو بلایا تھا۔ رجیع کے مقام پر دو سو تیر اندازوں نے اس پارٹی
کو گھیر لیا۔ صحابہؓ نے ہار ماننے کی بجائے ٹیلے پر چڑھ کر جب تک
دم میں دم تھا مقابلہ کیا۔ سات صحابہؓ شہید ہوئے تین کو قیدی بنا
لیا گیا ان کے نام خبیبؓ بن عدی، زیدؓ بن دثنہ اور عبد اللہؓ بن طارق
تھے۔

بچہ ۔ ان قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

ماں ۔ خبیب بن عدی کو حارث بن عامر کے لڑکوں نے خرید لیا اور قید
میں رکھا ہوا تھا۔ بخاری کتاب الجہاد و کتاب المغازی میں ایک واقعہ
لکھا ہے کہ حارث کی لڑکی کا بیان ہے کہ میں نے ایک دفعہ خبیب
کے ہاتھ میں انگور کا ایک خوشہ دیکھا جس سے وہ انگور توڑ توڑ کر
کھا رہے تھے جبکہ انگوروں کا موسم نہیں تھا اور خبیب زنجیروں میں
جکڑے ہوئے تھے یہ خدائی رزق تھا جو خبیبؓ کے پاس آتا تھا۔

ایک دن رؤسائے قریش خبیبؓ کو کھلے میدان میں لے گئے تاکہ اُن کے قتل کا جشن منایا جائے۔ خبیبؓ نے شہادت سے پہلے دو رکعت نفل ادا کئے اور پھر کچھ اشعار پڑھے جن کا مطلب ہے "میں اسلام کی راہ میں اور مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھے یہ پرواہ نہیں ہے کہ میں کس پہلو پر گروں۔ یہ سب کچھ خدا کے لئے ہے اور اگر میرا خدا چاہے گا تو میرے جسم کے پارہ پارہ ٹکڑوں پر برکات نازل فرمائے گا۔" اُن کے الفاظ ختم ہوتے ہی عقبہ بن حارث نے تلوار کا وار کیا اور خبیبؓ اللہ کے حضور حاضر ہو گئے۔

بچہ ۔ اور زیدؓ بن دثنہ ؟

ماں ۔ ان کا واقعہ بھی بڑا سبق آموز ہے۔ جب ان کے قتل کا جشن منانے کے لئے رؤسائے قریش اکٹھے ہوئے تو ابوسفیان نے کہا۔

"سچ کہو کیا تمہارا دل یہ نہیں چاہتا کہ اس وقت تمہاری جگہ ہمارے ہاتھوں میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوتا جسے ہم قتل کرتے اور تم بچ جاتے اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ خوشی کے دن گزارتے ؟"

زیدؓ کی آنکھوں میں خون اُتر آیا اور وہ غصے سے بولے۔

"ابوسفیان تم یہ کیا کہتے ہو خدا کی قسم میں تو یہ بھی نہیں پسند کرتا کہ میرے بچنے کے عوض میں رسول اللہؐ کے پاؤں میں ایک کانٹا تک چبھے۔"

ابوسفیان نے کہا" واللہ میں نے کسی شخص کو کسی شخص کے ساتھ ایسی محبت کرتے نہیں دیکھا جیسی کہ اصحابِ محمدؐ کو محمدؐ سے ہے (ابن ہشام و ابن سعد)

تیسرے صحابیؓ کو وہیں قید کے وقت قتل کر کے ڈال گئے تھے۔

بچہ ۔ امی یہ کیسے بہادر لوگ تھے میں بھی اللہ پاک اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے ایسی ہی محبت کروں گا۔

ماں ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُس نے آپ کے دل میں محبت کا جذبہ ڈال دیا۔ اللہ اپنے سے پیار کرنے والوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ یہ زندگی تو عارضی ہے۔ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ہمیشہ کی زندگی دے گا اور ہمیشہ کا اجر بھی۔ یہ لوگ اس حقیقت کو سمجھ گئے تھے اس لئے اللہ کے رستے میں جان دینا ان کے لیے آسان بلکہ خوشی کا باعث ہو گیا تھا۔ اب اللہ پاک کی اپنے پیاروں کی مدد کا ایک دلچسپ واقعہ سنیئے۔ قریش مکہ نے خاص طور پر کچھ لوگوں کو رجیع کی طرف روانہ کیا تا کہ وہ عاصم بن ثابت کے جسم کا کوئی حصّہ لے آئیں جس سے تسلّی ہو اور جذبہ انتقام تسکین پائے۔ یہ ناپاک لوگ وہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ عاصم کے جسم پر زنبوروں اور شہد کی نر مکھیوں کے جھنڈ کے جھنڈ سایہ کئے ہوئے ہیں جن کی موجودگی میں وہ اپنے بد ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اس کے بعد جلد ہی طوفانی بارش ہوئی جو عاصم کی لاش کو بہا کر نامعلوم جگہ پر لے گئی۔

بچہ ۔ اللہ تعالیٰ نے کتنا اچھا کیا ورنہ ایک شہید کے جسم کو مشرک ہاتھ لگاتے۔

ماں ۔ اللہ تعالیٰ کے سب کام پیارے ہوتے ہیں۔ اسی قسم کا ایک واقعہ اور بھی ہوا۔ عرب کے درمیان میں ایک شہر نجد ہے یہاں کے لوگ اسلام کے بہت خلاف تھے۔ اور یہ شہر ایک طرح مخالف قبائل کا گڑھ بن گیا

تھا۔ یہاں کا ایک رئیس سردار ابو براء عامری آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ نجد کے لوگ اسلام کی طرف مائل ہیں اگر آپ کچھ عالم روانہ فرما دیں تو نجد میں کثرت سے اسلام پھیلنے کی توقع ہے۔ آپؐ نے صفر ۴ھ ہجری میں منذرؓ بن عمرو انصاری کی امارت میں ستر افراد جو زیادہ تر انصاری اور قرآن کا علم جاننے والے عبادتگزار احباب تھے روانہ کئے۔ جب یہ لوگ اس جگہ پہنچے جو ایک کنوئیں کی وجہ سے بئر معونہ کہلاتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی کے طور پر حرام بن ملحان نے بنو عامر کو تبلیغ شروع کی تو انہیں پیچھے سے نیزہ مار کر شہید کر دیا گیا۔ شہادت کے وقت اُن کی زبان پر یہ الفاظ تھے "اللہ اکبر کعبہ کے رب کی قسم میں تو اپنی مراد پا گیا۔" (بخاری کتاب الجہاد) پھر سب قبائل نے حملہ کر کے ستر مسلمانوں کو شہید کر دیا صرف دو افراد عمرو بن اُمیہ ضمری اور کعب بن زید باقی بچے۔

بچہ ۔ آپؐ کو تو بہت دکھ ہوا ہوگا۔

ماں ۔ آپؐ کو دونوں واقعات کی اطلاع تقریباً ایک ساتھ ملی (زرقانی) آپؐ کو واقعی بہت صدمہ ہوا۔ حتّٰی کہ روایتوں میں بیان ہوا ہے کہ ایسا صدمہ نہ اس سے پہلے آپ کو کبھی ہوا تھا اور نہ کبھی بعد میں ہوا (بخاری کتاب الجہاد) ہم کسی ایسے باپ کے صدمے کا اندازہ کر سکتے ہیں جس کو اسّی بیٹوں کی وفات کی ایک ساتھ خبر ملے اور بیٹے بھی ایسے جو نیکی میں بے مثال اور قرآنِ پاک کے حافظ ہوں۔

بچہ ۔ پھر آپؐ نے نجد کے قبائل سے جنگ کی ؟

ماں ۔ نہیں آپؐ نے کوئی جنگی کارروائی نہیں کی البتہ اس خبر کے بعد برابر تیس دن تک آپ نے ہر روز صبح کی نماز کے قیام میں نہایت عاجزی سے ان قبائل کا نام لے لے کر دعا کی کہ اے میرے آقا تو ہماری حالت پر رحم فرما اور دشمنانِ اسلام کے ہاتھ کو روک جو تیرے دین کو مٹانے کے لئے اس بے رحمی اور سنگ دلی کے ساتھ بے گناہ مسلمانوں کا خون بہا رہے ہیں۔ (بخاری الواب بئر معونہ روایت ابو طلحہ عن انسؓ)

صرف نجد کے قبائل ہی نہیں مدینے کے یہودی قبائل بھی باوجود معاہدے کے شرارتیں کرتے رہتے اور مسلمانوں کو تنگ کرنے کے منصوبے بناتے۔

بچہ ۔ آپ نے بتایا تھا کہ بنو قینقاع کو مدینے سے نکال دیا تھا۔

ماں ۔ ان کے بعد بنو نضیر کے خلاف فوج کشی کرنی پڑی۔ ان بدبختوں نے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر بھی حملہ کیا۔ آپؐ ایک مکان کے سائے میں دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ ان لوگوں نے پروگرام بنایا کہ اُوپر سے ایک بڑا پتھر لڑھکا دیا جائے جیسے کہ اتفاق سے گرا ہے ۔ ایک شخص بھاری پتھر لے کر اُوپر چڑھ بھی گیا۔ لیکن آپؐ کے دوست آپؐ کے والی اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے یہود کا منصوبہ بتا دیا۔ آپؐ وہاں سے تیزی سے اُٹھے اور مدینے آگئے۔ یہودیوں نے ایک اور کوشش کی اور وہ بہت خطرناک تھی۔ اس دفعہ یہ منصوبہ بنایا کہ مذہبی مناظرے کی دعوت دی جائے۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئیں تو

یہودی علماء آپ پر حملہ کر دیں۔ اس دفعہ اس منصوبے کی اطلاع ایک عورت نے اپنے بھائی کو دی جس سے سارا منصوبہ کھل گیا اور آپؐ محفوظ رہے

(ابن مردویہ بحوالہ زرقانی حالات بنونضیر)

اتنی سرکشی کی وجہ سے اُن کو سزا دینا ضروری ہو گیا۔ آپؐ فوج لے کر آئے تو بنونضیر قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے۔ پندرہ دن کی قلعہ بندی کے بعد آخر بنونضیر نے ہار مان لی اور درخواست کی کہ ہمیں مدینے سے نکل جانے کی اجازت دی جائے۔ آپؐ نے تو کبھی بھی قتل و غارت نہیں چاہی تھی اجازت مرحمت فرمائی اور وہ اپنے سارے ساز و سامان کے ساتھ بڑی دھوم دھام سے برات کی طرح گاتے بجاتے مدینے سے نکل گئے (طبری) قرآنِ پاک میں سورہ حشر میں اسی واقعے کی تفصیل بیان فرمائی گئی ہے۔

بچہ ۔ اللہ تعالیٰ بڑا پیارا ہے۔ اپنے پیاروں کی خود حفاظت فرماتا ہے۔ جب آپ پتھر والا واقعہ بیان کر رہی تھیں تو میں بے حد خوفزدہ تھا اور پھر خنجروں سے حملے سے بھی ڈرا۔

ماں ۔ جس سے پیار ہوتا ہے اُس کی سلامتی کی فکر تو ہوتی ہے مگر اب ہمیں اللہ تعالیٰ کی رحمت پر اتنا بھروسہ ہونا چاہیئے کہ کبھی مایوس نہ ہوں ۳ھ کے واقعات میں آپؐ کی ایک شادی کا ذکر کر دوں گی۔ آپؐ کے ایک پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن جحش جنگِ اُحد میں شہید ہو گئے تھے۔ اُن کی بیوہ حضرت زینبؓ بنت خزیمہ سے آپؐ نے نکاح کیا مگر چند ماہ بعد ہی آپ وفات پاگئیں۔ آپ بہت نیک اور پارسا بی بی تھیں۔ صدقہ و خیرات

اور غریبوں سے ہمدردی کی وجہ سے "مسکینوں کی ماں" کے نام سے مشہور تھیں۔ اسی سال شعبان کے مہینے میں حضرت فاطمہ رضؓ کے ہاں دوسرا بچہ پیدا ہوا۔ اس بچے کا نام آپؐ نے حسین رکھا۔ آپ دونوں بھائیوں حسن رضؓ اور حسین رضؓ سے بے حد محبت کرتے ان کو دو پھول کہتے تھے۔

ابوسفیان نے یوم بدر کا بدلہ لینے کے لئے اگلے سال مقابلے کا چیلنج دیا تھا اس لئے آپؐ ذی قعدہ ۴ سنہ ہجری میں ڈیڑھ ہزار فوج لے کر بدر کے مقام پر تشریف لے گئے۔ اُدھر ابوسفیان مکّہ سے دو ہزار فوج کے ساتھ روانہ ہوا۔ مگر اللہ پاک نے اُس کے دل پر ایسا رُعب ڈالا ہوا تھا کہ آدھے رستے سے واپس چلا گیا۔

بچہ ۔ اس واقعے کا تاریخی نام کیا ہے ۔

ماں ۔ یہ غزوہ بدر الموعد کہلاتا ہے۔ اب آپ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی رشتہ داروں سے شفقت کا ایک واقعہ سناتی ہوں۔ حضرت ابوسلمہ رضؓ بن عبدالاسد ایک مخلص صحابی تھے اور آپؐ کے دودھ شریک بھائی تھے۔ وہ فوت ہو گئے تو ان کے بچے اور عمر رسیدہ بیوی اُم سلمہ بے سہارا ہو گئے۔ حضرت اُم سلمہ رضؓ بے حد قابل، پڑھی لکھی، ذہین اور مخلص عورت تھیں۔ مسلمان خواتین کی تعلیم و تربیت کے لئے بہت مناسب تھیں۔ آپؐ نے شوال ۴ سنہ ہجری میں اُن سے نکاح کر لیا اور اُن کے بچوں کی کفالت فرمائی۔ حضرت ام سلمہ رضؓ نے لمبا عرصہ خدمتِ دین میں گذارا ۸۴ سال عمر پائی خواتین میں حضرت عائشہ رضؓ کے بعد احادیث بیان کرنے میں دوسرا

نام اُن کا آنا ہے ۔

بچہ ۔ ہمارے آقاؐ کو علم کی بے حد قدر تھی ۔

ماں ۔ جی ہاں آپؐ کے ایک صحابی حضرت زیدؓ بن ثابت تھے انھوں نے جنگ بدر کے قیدیوں سے عربی لکھنا پڑھنا سیکھا تھا اور آپؐ کی خط و کتابت کا کام کرتے تھے ۔ عبرانی لکھنے اور سمجھنے کی بھی ضرورت تھی کیونکہ یہ یہودیوں کی زبان تھی خط و کتابت اور معاہدے وغیرہ لکھنے پڑتے تھے ۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ عبرانی لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لیں ۔ اللہ پاک کا معجزہ دیکھیے کہ آپؐ کی خواہش پوری کرنے کے لئے حضرت زید بن ثابتؓ نے صرف پندرہ دن میں عبرانی سیکھ لی ۔ حضرت زیدؓ بن ثابت کو یہ سعادت بھی ملی کہ آپؐ کے ارشاد کے مطابق سارا قرآن پاک تحریر کیا ۔

ان کے علاوہ حضرت ابوبکرؓ ، حضرت عمرؓ ، حضرت عثمانؓ ، حضرت علیؓ زبیر بن العوام ، شرحبیل بن حسنہ ، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح ، اُبیّ بن کعب ، عبداللہ بن رواحہ نے بھی قرآنِ پاک لکھنے کی سعادت حاصل کی ۔

قرآنِ پاک آپؐ نے خود اللہ پاک کی بتائی ہوئی ترتیب سے لکھوایا ۔

دیگر روایات کے مطابق قریباً چالیس صحابہؓ قرآن کریم لکھنے میں نمایاں تھے ۔

سنہ ۴ھ کے آخر میں حضرت علیؓ کی والدہ فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہو گیا ۔ آپؐ کو بہت دُکھ ہوا کیونکہ اس مہربان خاتون نے آپؐ کو بہت محبت اور شفقت دی تھی آپؐ نے اپنی قمیص اُتار کر اُنہیں پہنائی اور خود اُن کی قبر میں اُترے اور سب انتظام خود کئے اور دُعا کی ۔

" خدا تعالیٰ تمہیں میری طرف سے میری ایک بہت اچھی ماں بننے کی بہترین جزا دے تم حقیقتاً ایک نہایت اچھی ماں تھیں ۔"

(تاریخ الخمیس جلد ۱ صـ۵۲۶)

بچہ ۔ آپؐ بزرگوں کی کس قدر عزت کرتے تھے ۔ حقیقی ماں نہیں تھیں پھر بھی اتنی محبت سے دُعائیں دیں ۔

ماں ۔ آپؐ نے ہمیشہ ماں کے ادب کی بہت تاکید فرمائی اور خود عمل کر کے دکھایا ۔

اب ہم ۵ھ ہجری میں داخل ہوتے ہیں ۔ شام کی سرحد کے قریب مدینہ سے پندرہ سولہ دن کے سفر کے فاصلے پر ایک مقام دومۃ الجندل تھا ۔ وہاں کے لوگ لوٹ مار، ڈاکہ زنی اور ظلم کرنے والے تھے ۔ اُن کی طرف سے ہر وقت حملے کا خطرہ رہتا تھا آپ ربیع الاوّل کے مہینے میں (مطابق جولائی اگست ۶۲۶ء) ایک ہزار صحابہ کرامؓ کو ساتھ لے کر دومۃ الجندل تشریف لے گئے ۔ وہ شر پسند لوگ آپؐ کی آمد کی اطلاع پا کر اِدھر اُدھر بھاگ گئے مگر ایک بہت بڑا فائدہ ہوا ۔ اسلام کا پیغام شام تک پھیل گیا ۔ کیونکہ آپؐ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ ہر وقت تبلیغِ اسلام کرتے تھے اس غزوہ کو غزوۂ دومۃ الجندل کہتے ہیں ۔

اب ایک واقعہ سنئے ۔ مدینہ میں جمادی الثانی ، ۶ / نومبر ۶۲۶ء کو چاند کو گرہن لگا ۔ یہودی سمجھے کہ کسی نے جادو کر دیا ہے ۔ دستور کے مطابق اپنے برتن وغیرہ بجانے لگے کہ جادو ٹوٹ جائے ۔ مگر پیارے آقاؐ نے اپنے پیارے صحابہ کرامؓ کو سمجھایا کہ گرہن بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت سے ہوتا ہے

اور اس دوران نماز پڑھنی چاہیئے۔ وہ نماز جو گرہن کے وقت پڑھی جائے اُسے صلوٰۃ خسوف کہتے ہیں۔

بچہ۔ خسوف چاند گرہن کو کہتے ہیں ؟

ماں۔ جی بچے۔ آپؐ نے سمجھایا کہ دُنیا کی زندگی میں جو نُور اور روشنی انسان کو پہنچتی ہے کسی بھی ذریعے سے پہنچے دراصل خدا تعالیٰ کی روشنی ہوتی ہے۔ کسی وجہ سے روک پڑے تو خدا تعالیٰ سے اور قریب ہو جانا چاہیئے۔ آپؐ تو خدا تعالیٰ کے اس قدر قریب تھے کہ اُس کی رضا کی خاطر اپنے دشمنوں سے بھی حُسنِ سلوک فرماتے۔ چنانچہ اُن دنوں مکہ میں قحط پڑا تو آپؐ نے انسانی ہمدردی سے مکہ کے غرباء کے لئے کچھ چاندی بھجوائی۔ ۵ ہجری میں آپؐ کی شادی حضرت زینبؓ بنت جحش سے ہوئی۔ حضرت زینبؓ آپؐ کی پھوپھی کی بیٹی تھیں پہلے ان کی شادی آپؐ کے آزاد کردہ غلام اور منہ بولے بیٹے حضرت زیدؓ بن حارثہ سے ہوئی جو نبھ نہ سکی۔ زید کے طلاق دینے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپؐ نے حضرت زینبؓ سے شادی کی (سورہ احزاب) اس شادی سے اللہ پاک نے عربوں کی ایک غلط رسم کو ختم کیا وہ یہ تھی کہ اگر کسی کے متعلق یہ کہہ دیا جاتا کہ یہ میرا بیٹا ہے یعنی مُنہ بولا بیٹا، متبنّیٰ بنا لیا جاتا تو اُس کو حقیقی بیٹا تصور کیا جاتا۔ اسلام نے اُسے غلط قرار دیا۔ یہ رسم ایک زمانے سے چلی آرہی تھی۔ اُسے ختم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ارشاد فرمایا کہ منہ بولے بیٹے کی مطلّقہ سے شادی کرلیں تاکہ آئندہ کے لئے یہ رسم ہمیشہ کے لئے

ختم ہو جائے۔

بچہ - شادی بیاہ کی کون سی رسمیں اسلام نے جائز قرار دیں۔

ماں - آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی شادیوں اور آپؐ کی بیٹی کی شادی کا ہم پڑھ چکے ہیں انتہائی سادگی سے نکاح ہوتا جس میں حسبِ توفیق مہر مقرر ہوتا۔ جہیز بھی حسبِ توفیق دیا جاتا۔ دلہن کو سجا کر رخصت کیا جاتا۔ پھر ولیمہ کی دعوت بھی ہوتی۔ یہ بھی بڑی سادہ سی ہوتی۔ سب بیویوں کے ولیمہ کی نسبت حضرت زینبؓ کا ولیمہ بڑے پیمانے پر کیا (بخاری کتاب النکاح باب الولیمتہ الحق) اس موقع پر خواتین کے پردے کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں جس سے آپؐ کی بیویوں پر پردے کی پابندی لگائی گئی اور اس طرح آپؐ کے گھر غیر لوگوں کا آزادانہ داخلہ رُک گیا۔ اس کے بعد اور بھی آیات نازل ہوئیں جن سے مکمل پردے کے متعلق ہر بات وضاحت سے بیان فرمائی گئی۔

پردے کی بات نکل آئی اب میں آپ کو حضرت زینبؓ کے متعلق بتا دوں۔ ان کی بہت سی خوبیوں میں سب سے نمایاں ان کا صدقہ وخیرات تھا بہت نیک۔ سچ بولنے والی، رشتہ داروں سے پیار محبت سے پیش آنے والی تھیں۔ حضرت عائشہؓ ان کی خوبیوں کا رشک سے ذکر کرتیں۔ حضرت عائشہؓ ہی سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "تم میں سے جو سب سے زیادہ لمبے ہاتھوں والی ہے وہ میری وفات کے بعد سب سے پہلے

فوت ہو کر میرے پاس پہنچے گی۔"

(بخاری و مسلم بحوالہ اصابہ حالات زینب بنت جحش)

بچہ ۔ کس کے ہاتھ سب سے لمبے تھے۔ اُنہوں نے ناپے تو ہوں گے۔

ماں ۔ ناپے تو تھے مگر آپؐ کا یہ مطلب ہی نہیں تھا۔ ہاتھ لمبے ہونے کا مطلب تھا سب سے زیادہ صدقہ خیرات کرنے والی۔ اب آپ بتایئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سب سے پہلے فوت ہو کر کون پہنچا ہو گا۔

بچہ ۔ حضرت زینبؓ بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ماں ۔ بالکل ٹھیک۔ آپ ماشاءاللہ خوب سمجھتے ہیں۔ اب بات ہو گی۔ کفار مکہ کی نئی مخالفتوں کی۔ آپ یہ تو جانتے ہیں کہ وہ عرب کے مختلف قبائل کو اُکساتے رہتے تھے۔ اب انہوں نے اُن قبائل کو بھی اسلام دشمنی پر اُبھارنا شروع کیا جن کے مسلمانوں سے اچھے تعلقات تھے۔ چنانچہ بنو خزاعہ کی ایک شاخ بنو مصطلق نے زور شور سے مدینے پر حملے کی تیاری شروع کر دی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تو بیداری اور چوکسی سے حالات پر نظر رکھتے تھے جب آپؐ کو اس تیاری کا علم ہوا تو مسلمانوں کی ایک فوج لے کر روانہ ہوئے۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان ساحلِ سمندر کے پاس ایک مقام مریسیع پر پڑاؤ ڈالا۔ فوج کی صف بندی فرمائی۔ جنگ سے بچنے کے لئے آخری کوشش یہ کی کہ حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ آپ اعلان کریں کہ اسلام دشمنی سے باز آجائیں تو مسلمان واپس لوٹ جائیں گے مگر وہ باز نہ آئے بلکہ تیر اندازی شروع کر دی۔ مسلمانوں نے

بھی جواب دیا اور پھر یکدم دھاوا بول دیا۔ کفار کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ سب
کے سب ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے۔ دس کافر قتل ہوئے اور ایک مسلمان
شہید ہوئے۔ آپؐ نے کچھ دن مریسیع میں قیام فرمایا اور پھر واپس
مدینہ تشریف لے آئے۔

بچہ ۔ آپ نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ اس دفعہ مدینہ میں اپنے بعد کسے امیر
مقرر فرمایا۔

ماں ۔ تاریخ کی کتاب ابن ہشام میں لکھا ہے کہ ابوذر غفاریؓ کو اور دوسری
کتاب ابنِ سعد میں لکھا ہے کہ زید بن حارثہؓ کو امیر مقرر فرمایا۔ یہ واقعہ دسمبر
جنوری ۶۲۶ء شوال ۵ھ ہجری میں پیش آیا۔ جنگ کے بعد ایک واقعہ
پیش آیا جو چھوٹی سی بات سے شروع ہوا اور عین ممکن تھا مسلمان آپس
میں ہی ایک دوسرے کو مارنے لگتے مگر آپؐ کی معاملہ فہمی سے خطرہ ٹل
گیا۔ یہ خاص طور پر اس لئے سنا رہی ہوں کہ آپ کو علم ہو کہ آپس کے
جھگڑوں سے منافق اور دشمن کس طرح فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ ہوا یوں کہ مریسیع
میں ہی ایک چشمے سے پانی بھرتے وقت دو جاہل اور عامی مسلمانوں میں
کچھ جھگڑا ہوا۔ ایک نے آواز لگائی اے انصار بھائیو آکر میری مدد کرو۔
دوسرے نے پکارا اے مہاجرین میری مدد کو آؤ۔ دیکھتے ہی دیکھتے تلواریں
نکل آئیں قریب تھا کہ قتل و غارت ہو جاتا کہ سمجھدار انصار و مہاجرین نے
آپس میں صلح کرا دی۔ آپؐ کو جھگڑے کا علم ہوا تو آپؐ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور
بات ختم ہو گئی۔ مگر منافقین کے سردار عبداللہ بن اُبی بن سلول کو علم ہوا

تو اُس نے موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے لوگوں کو خوب بھڑکایا کہ تم نے مسلمانوں کو پناہ دی اور اب دیکھو یہ کتنے مضبوط ہو گئے ہیں۔ ان کی مدد سے ہاتھ روک لو تو یہ خود ہی چھوڑ چھاڑ کر واپس چلے جائیں گے بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ" دیکھو واپس جا کر مدینہ کا معزز ترین شخص (خود) مدینہ کے (نعوذ باللہ) ذلیل ترین کو مدینے سے نکال دے گا۔"

(بخاری و ترمذی سورۃ منافقون و ابن ہشام و ابن سعد)

بچہ ۔ افوہ کتنی گندی بات ۔

ماں ۔ آپ کی طرح وہاں بیٹھے ایک بچے زید بن ارقم کو بھی یہ بات بُری لگی اور اُس نے یہ سارا واقعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہلا بھیجا۔ مسلمان سخت طیش میں آئے مگر آپؐ نے کسی قسم کی سزا نہ دی حتیٰ کہ خود اُس منافق کا مسلمان بیٹا عبد اللہ آپؐ کے پاس آیا اور کہا " یا رسول اللہؐ میں نے سُنا ہے کہ آپ میرے باپ کی گستاخی اور فتنہ انگیزی کی وجہ سے اس کے قتل کا حکم دینا چاہتے ہیں اگر آپؐ کا یہی فیصلہ ہے تو آپؐ مجھے حکم فرمائیں میں ابھی اپنے باپ کا سر کاٹ کر آپؐ کے قدموں میں لا ڈالتا ہوں" آپؐ نے تسلی دی اور فرمایا۔ ہمارا ہرگز یہ ارادہ نہیں ہے بلکہ ہم بہر حال تمہارے والد کے ساتھ نرمی اور احسان کا معاملہ کریں گے ۔

بچہ ۔ اللہ اللہ اپنے دشمنوں کا اتنا خیال ! اسی لئے تو بیٹا اپنے باپ سے زیادہ آپؐ سے محبت کرتا تھا ۔

ماں ۔ صرف باپ سے ہی نہیں دنیا کی ہر چیز سے زیادہ صحابہؓ آپؐ سے پیار

کرتے تھے۔ آپؐ کی نرمی کے باوجود اتنا غم و غصہ تھا کہ جب لشکر اسلامی مدینہ میں داخل ہونے لگا تو عبداللہؓ اپنے والد کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے اور اصرار کیا کہ وہ تسلیم کرے کہ رسول اللہؐ معزز ترین ہیں اور وہ ذلیل ترین ہے۔ اور اس نے اقرار کیا۔

ہم نے ابھی ذکر کیا تھا بنو مصطلق کے ساتھ جنگ کا جس میں مسلمانوں کو فتح ہوئی تھی اس قبیلے کے کچھ لوگ جنگی قیدی بنا لیے گئے تھے جن میں سے ایک قبیلے کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی برّہ بھی تھی۔ اُن کا شوہر جنگ میں مارا گیا تھا۔ آپؐ نے اس خیال سے کہ اس قبیلے میں اسلام پھیلانے میں آسانی ہوگی برّہ سے شادی کا فیصلہ کیا ان کا نام بدل کر جویریہؓ رکھا۔ جب صحابہ کرامؓ کو علم ہوا کہ آپؐ نے اس قبیلے کے ساتھ رشتہ قائم فرمایا ہے تو سینکڑوں جنگی قیدی آزاد کر دیئے۔ اس رشتے اور احسان کے نتیجے میں حضرت جویریہؓ کے والد سمیت اکثر قبیلے والوں نے اسلام قبول کر لیا۔

بچہ ۔ مخالفین میں کچھ تو کمی ہوئی۔

ماں ۔ مخالفین میں کمی ہوئی مخالفت میں نہیں۔ بلکہ بہت زیادتی ہو گئی۔ دراصل اسلام کی مسلسل ترقی اور کفار کی مسلسل شکست نے اُن کو آخری اور زبردست تدبیر کرنے پر اُکسایا۔ یہودی ذہن بڑے سازشی ہوتے ہیں۔ قبیلہ بنو نضیر والے مدینے سے چلے تو گئے مگر زخم کھائے ہوئے تھے۔ اُن کی تجویز پر مکہ کے قریش، نجد کے قبائل غطفان و سلیم یہودی

قبیلہ بنو سعد اور گرد و نواح کے چھوٹے چھوٹے قبائل سب ساتھ مل گئے (ابن ہشام و ابن سعد) ان کی تعداد کا اندازہ دس ہزار سے چوبیس ہزار تک تھا۔ عرب میں اتنی بڑی فوج کبھی اکٹھی نہیں ہوئی تھی۔ اس فوج کے ہر حصے کا الگ کمانڈر تھا مگر ساری فوج کا سپہ سالار ابو سفیان بن حرب تھا۔ یہ لشکر شوال ۵ھ ہجری مطابق فروری، مارچ ۶۲۷ء مدینہ کی طرف بڑھنا شروع ہوا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کی اطلاع پاکر صحابہؓ کو مشورے کے لئے بلایا۔ حضرت سلمان فارسیؓ کا مشورہ کہ مدینہ کا شہر تین طرف سے قدرتی طور پر محفوظ ہے چوتھی طرف خندق کھود دی جائے۔ حضورؐ نے منظور فرمایا۔

بچہ ۔ عربوں میں اس سے پہلے خندق کھودنے کا رواج تھا۔

ماں ۔ نہیں بیٹا۔ حضرت سلمان فارسیؓ کا تعلق ایران سے تھا وہ اس طریق سے واقف تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مشورے سے خندق کھودنے کا فیصلہ فرمایا۔ قریباً پندرہ پندرہ فٹ کے فاصلے پر نشان لگوائے اور دس دس صحابہؓ کو ایک ایک حصہ کھودنے پر مقرر فرمایا۔ سخت سردی کے دن تھے۔ مالی تنگی بھی تھی پھر بھی صحابہؓ نے بڑے شوق سے مزدوروں کی طرح کام شروع کیا۔ کچھ آدمی کھدائی کرتے کچھ کھدی ہوئی مٹی اور پتھر ٹوکریوں میں بھر بھر کر باہر پھینکتے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی کام میں شرکت فرماتے اور اُن میں حوصلہ قائم رکھنے کے لئے دعائیہ شعر پڑھتے۔ صحابہؓ بھی آواز میں آواز ملاتے۔ ایک صحابیؓ کی روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلّم کو ایسے وقت میں یہ اشعار پڑھتے ہوئے سُنا کہ آپؐ کا جسمِ مبارک مٹی اٹھانے کی وجہ سے گرد و غبار سے بالکل ڈھکا ہوا تھا۔

(بخاری کتاب المغازی حالات غزوہ احزاب)

بچہ ۔ آپ وہ شعر سنا سکتی ہیں جو آقا پڑھتے تھے۔

ماں۔ شعر یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْعَیْشَ عَیْشُ الْاٰخِرَہْ

فَاغْفِرِ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُھَاجِرَہْ

اے ہمارے مولیٰ اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے پس تو اپنے فضل سے ایسا سامان کر کہ انصار و مہاجرین کو آخرت کی زندگی میں تیری بخشش اور عطا نصیب ہو۔

بچہ ۔ صحابہؓ اس کے جواب میں کون سے اشعار پڑھتے تھے۔

ماں ۔ ایک یوں ہے۔

نَحْنُ الَّذِیْ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا

عَلَی الْجِھَادِ مَابَقِیْنَا اَبَدًا

ہم وہ ہیں کہ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کے ہاتھ پر عہد کیا ہے کہ ہم ہمیشہ جب تک ہماری جان میں جان ہے خدا کے رستے میں جہاد کرتے رہیں گے۔

بچہ ۔ ایسا لگتا ہے جیسے وقارِ عمل ہو رہا ہو۔

ماں ۔ بالکل ہم نے وقارِ عمل انہیں سے تو سیکھا ہے۔

یہ صحابہ کرامؓ جو سارا سارا دن مٹی کھودنے میں لگاتے تھے وہ احباب عام دنوں

میں روز کے روز محنت مزدوری کر کے روزی کماتے تھے۔ اب خندق کی کھدائی میں لگے تو کھانے کو کہاں سے لاتے۔ ہوا یہ کہ سب فاقوں سے نڈھال ہو گئے۔ اسی کمزور حالت میں سخت جسمانی محنت کرتے۔ کھدائی میں ایک سخت ضدی پتھر نکلا جو ٹوٹنے میں نہ آتا تھا۔ صحابہؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے عرض کی آپؐ تشریف لائیے آپؐ کے پیٹ پر بھی بھوک سے پتھر بندھا تھا۔ آپؐ نے کدال اُٹھا کر پتھر پہ مارا تو ایک شعلہ نکلا۔ تھوڑا سا پتھر ٹوٹا آپؐ نے زور سے اللہ اکبر کہا۔ دوسری دفعہ پھر کدال چلائی تو پھر شعلہ نکلا، تھوڑا سا اور پتھر ٹوٹا آپؐ نے پھر زور سے اللہ اکبر کہا۔ تیسری دفعہ کدال چلانے پر پھر شعلہ نکلا آپؐ نے اللہ اکبر کہا پتھر بالکل ٹوٹ گیا۔ صحابہؓ نے ہر دفعہ ضرب سے پتھر ٹوٹنے پر اللہ اکبر کہنے کی وجہ دریافت کی تو آپؐ نے فرمایا۔ پہلی دفعہ مجھے مملکتِ شام کی چابیاں دی گئیں اور خدا کی قسم شام کے سرخ محلات مجھے دکھائے گئے دوسری دفعہ فارس کی چابیاں دی گئیں اور مدائن کے سفید محلات مجھے دکھائے گئے۔ تیسری دفعہ یمن کی چابیاں دی گئیں اور صنعاء کے دروازے دکھائے گئے۔

بچہ ۔ اللہ تعالیٰ کتنا پیارا ہے۔ فاقوں کی تکلیف میں فتوحات کی خوشخبریاں دے کر حوصلہ دیا۔

ماں ۔ جی بچے۔ پیارے اللہ کو خوش کرنے کے لئے تو یہ سب ہر طرح کی قربانی کر رہے تھے۔ بھوک میں محنت کا کام بڑا مشکل ہوتا ہے ایک صحابی جابر بن عبد اللہؓ نے آپؐ کی طرف دیکھا آپؐ کے چہرے پر بھوک سے

کمزوری کے آثار دیکھ کر بہت تکلیف ہوئی۔ ذراسی دیر کے لئے گھر جانے کی اجازت لی۔ گھر آکر اپنی بیوی سے پوچھا۔ "تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے۔" گھر میں جو کا آٹا اور ایک بکری تھی۔ بیوی سے کہا تم کھانا تیار کرو میں رسول اللہ ؐ کو لے کر آتا ہوں۔ بیوی نے کہا کھانا تھوڑا سا ہے۔ رسول اللہ ؐ کے ساتھ زیادہ لوگ آ گئے تو شرمندگی ہوگی۔ صحابیؓ کہتے ہیں میں نے آہستہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی آپؐ نے بلند آواز سے کہا "اے انصار و مہاجرین کی جماعت چلو جابر نے ہماری دعوت کی ہے۔"

آپؐ اپنے ساتھ قریباً ایک ہزار اصحاب، جو کئی دن کے بھوکے تھے لے کر جابرؓ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ آپؐ نے جابرؓ سے فرمایا جاکر اپنی بیوی سے کہو جب تک میں نہ آؤں ہنڈیا کو چولہے سے نہ اُتارے نہ روٹیاں پکانی شروع کرے۔ آپؐ نے تشریف لاکر کھانے پر دُعا کی۔ کھانا تقسیم ہونا شروع ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھو سب نے سیر ہوکر کھالیا اور ابھی سالن بھی باقی تھا اور آٹا بھی۔

بچہ ۔ سبحان اللہ۔ مگر امی جان بُرا نہ مانئے گا میری سمجھ میں نہیں آیا یہ کیسے ہوگیا۔

ماں ۔ بہت اچھا کیا بچے آپ نے پوچھ لیا۔ میں آپ کو سمجھانے کی کوشش کروں گی۔ ایسی باتیں جو عام اور جانے بوجھے قانونِ قدرت سے قدرے مختلف ہوں۔ انسانی علم اور انسانی قدرت سے بلند ہوں انہیں خدائے قادر کی

قدرت نمائی یا معجزہ کہتے ہیں یہ معجزے خدا تعالیٰ کی ذات وصفات کے خلاف نہیں ہوتے تاہم ان میں کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو فوراً سمجھ نہیں آتیں بلکہ اپنے اپنے ایمان کے درجے کے مطابق سمجھی جاتی ہیں۔ جو سچے ہوتے ہیں اور سچ کو پہچانتے ہیں وہ ان معجزات سے خدا تعالیٰ کی ہستی کو جان کر سیدھا، سچا رستہ پا لیتے ہیں۔ معجزے اللہ پاک بندوں کی فرمائش پر نہیں دکھاتا۔ بلکہ اپنے پیار بھرے سلوک سے اپنے بندوں کو خوش کرنے کے لئے انعام دیتا ہے۔ حضرت جابرؓ بن عبداللہ کے تھوڑے کھانے میں برکت سے اللہ پاک نے دن رات خندق کھودنے والے فاقہ کشوں کو کھانے کے ساتھ اپنی ہستی کے پیار کا جلوہ بھی دکھایا۔ جس سے اُن کے حوصلے اور بڑھے کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے ہمیں پیار کرتا ہے۔

بچہ - اب میں سمجھ گیا۔ اب بتائیے یہ خندق کھودنے کی محنت کتنے دن کرنی پڑی۔

ماں - مختلف روایات ہیں موسیٰ بن عتبہ کہتے ہیں بیس دن لگے (زرقانی جلد ۲ صفحہ ۱۱۱) ابن سعد میں چھ دن رات لکھا ہے۔

پیارے آقاؐ نے مدینہ کی حفاظت کا بڑا اعلیٰ انتظام کیا تھا۔ انہیں کمزور حصّوں کا بھی احساس تھا۔ خندق ہر جگہ سے برابر چوڑی نہیں تھی کئی جگہوں سے قدرے تنگ تھی ہوشیار گھوڑا سوار خندق پار کر سکتا تھا۔ آپؐ نے وہاں پہرے دار بٹھا دیئے۔ پھر خندق مدینے کے چاروں طرف تو تھی نہیں جس طرف صرف مکانات اور اونچی نیچی چٹانیں تھیں۔ خندق نہیں بن سکتی تھی۔ وہاں بھی پہرے دار بٹھائے اور دن رات حفاظت کی تاکید فرمائی

آپؐ کے پاس صرف تین ہزار مجاہد تھے۔ جس دن خندق مکمل ہوئی۔ اُسی دن ابوسفیان کفار کا لشکر لے کر ایک سیلاب کی طرح مدینے کی طرف بڑھا۔ راہ میں خندق حائل ہوئی تو حیران پریشان ہو گیا۔ خندق اس کے لئے نئی چیز تھی۔ اب اُن بدبختوں نے یہ ترکیب سوچی کہ مدینے کا محاصرہ کر لیا جائے اور مدینہ میں موجود یہود قبائل کو بغاوت پر اُکسا کر ساتھ ملا لیا جائے۔ اس طرح خندق کے باوجود اندر جانے کے راستے کھل جائیں گے چنانچہ وہ بنو قریضہ کو اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہو گیا۔ مسلمانوں کے لئے یہ بڑا خطرناک ثابت ہوا۔ بنو قریضہ کے سینکڑوں مسلح جوان کسی بھی وقت پیچھے سے حملہ کر سکتے تھے یہ صورت حال دیکھ کر بعض منافق طبع لوگ کہنے لگے "معلوم ہوتا ہے خدا اور اُس کے رسول کے مسلمانوں کی فتح و کامرانی کے متعلق دعوے یونہی جھوٹے تھے" (احزاب: ۱۲)

بعض نے کہا "یا رسول اللہؐ شہر میں ہمارے مکانات بالکل غیر محفوظ ہیں۔ آپ اجازت دیں تو ہم اپنے گھروں میں ٹھہر کر اُن کی حفاظت کریں۔" اللہ پاک نے آپؐ کو بتایا۔ "یہ غلط ہے کہ ان لوگوں کو اپنے گھروں کے غیر محفوظ ہونے کا خیال ہے بلکہ بات یہ ہے کہ وہ میدانِ جنگ سے بھاگنے کی راہ ڈھونڈ رہے ہیں (احزاب: ۱۴) مگر جو سچے مومن تھے ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "جب مومنوں نے کفار کے اس لاؤ لشکر کو دیکھا تو انہوں نے کہا کہ یہ تو سب کچھ خدا اور اس کے رسول کے وعدوں کے مطابق ہے۔ خدا اور رسولؐ ضرور سچے ہیں۔ پس اس حملے سے بھی ان

کے ایمان و فرمانبرداری میں اضافہ ہوا۔" (احزاب: ۲۳)

بچہ ۔ کفار نے خندق عبور کرنے کی کوشش تو بار بار کی ہوگی ۔

ماں ۔ بہت کوشش کی اور کئی بار کی مسلمان بچارے بھاگم بھاگ ایک جگہ جمع ہونے تو دوسری جگہ حملہ کر دیتے ۔ مسلمان اُدھر بھاگتے جس سے اُن کی طاقت بکھر جاتی ۔ دونوں طرف سے مسلسل تیروں کی بارش ہوتی ۔ کفار کی ایک پارٹی عکرمہ بن ابو جہل کی کمان میں تیروں سے مسلمانوں کو پیچھے رکھتے ہوئے تیز رفتاری سے خندق عبور کرنے میں کامیاب ہو گئے ۔ حضرت علیؓ نے اپنے دستے کے ساتھ چکر کاٹ کر پیچھے سے راستہ بند کر دیا ۔ کچھ چارہ نہ پاکر عمرو بن عبد وُد جو اکیلا ہی ہزار سپاہیوں پر بھاری سمجھا جاتا تھا سامنے آیا اور انفرادی لڑائی کے لئے للکارا اُس نے اپنے گھوڑے کو مار ڈالا تاکہ جم کر لڑ سکے ۔ حضرت علیؓ فوراً اس کے مقابلے کے لئے آگے بڑھے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اپنی تلوار عنایت فرمائی اور دُعا بھی کی ۔ حضرت علیؓ نے پہلے اُسے اسلام لانے کی دعوت دی مگر وہ لڑائی پر بضد تھا شدت سے حملہ کیا تو حضرت علیؓ قدرے زخمی ہو گئے مگر جوابی حملے میں اُسے مار گرایا ۔ مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ۔ محاصرہ طویل ہو گیا ۔ مسلمان کئی کئی دن سے پیٹوں پر پتھر باندھے پھرتے تھے دو جہانوں کے سردار نے جن کے لئے یہ کل کائنات پیدا کی گئی تھی اپنے پیٹ پر سے کپڑا ہٹا کر دکھایا تو دو پتھر باندھے ہوئے تھے (ترمذی ابواب الزہد) حضرت اُمّ سلمہؓ روایت کرتی ہیں "میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ بہت سے غزوات میں رہی ہوں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جس قدر سخت غزوہ خندق تھا ایسا کوئی اور نہیں گزرا اس غزوہ میں آپ کو بے انتہا تکلیف اور پریشانی برداشت کرنی پڑی اور صحابہؓ کی جماعت کو بھی سخت مصائب کا سامنا ہوا اور یہ دن بھی سخت سردی اور مالی تنگی کے دن تھے (تاریخ خمیس جلد ا صد ۵۴۶)

بچہ ۔ مسلمان عورتوں نے اس جنگ میں حصہ نہیں لیا تھا ؟

ماں ۔ اچھا یاد دلایا۔ اب مسلمان عورتوں کی بہادری کی بات بھی سن لو۔ خطرے کے پیش نظر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو ایک قلعہ نما جگہ میں جمع کروا دیا تھا۔ پہرے پر حضرت حسانؓ بن ثابت تھے۔ ہوا یہ کہ یہودیوں نے اس حصے کی کمزوری کا اندازہ لگانے کے لئے ایک جاسوس بھیجا حضرت صفیہؓ بن عبد المطلب جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں سمجھ گئیں کہ یہ جاسوس ہے اس کا زندہ واپس جانا خطرے سے خالی نہیں۔ حضرت صفیہؓ نے حسانؓ بن ثابت سے کہا کہ اسے قتل کر دینا چاہیئے۔ اُن کی ہمت نہ پڑی تو خود یہودی کا مقابلہ کیا اور اُسے مار گرایا (ابنِ ہشام) اور اُنہیں کے کہنے پر یہودی جاسوس کا سر کاٹ کر قلعہ کے اُس پار گرا دیا گیا جہاں یہودی جمع تھے۔ یہودی اپنے ایک ساتھی کا انجام دیکھ کر وہاں سے ہٹ گئے۔

بچہ ۔ جنگ بدر اور جنگ احد کی طرح اس جنگ میں بھی آپؐ نے بہت دُعائیں کی ہوں گی۔

ماں ۔ جی بچے۔ دُعا ہی بڑا سہارا تھا۔ آپؐ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ تم خدا سے

یہ دعا کیا کرو کہ وہ تمہاری کمزوریوں پہ پردہ ڈالے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کرے اور تمہاری گھبراہٹ کو دُور فرمائے (مسند احمد بحوالہ زرقانی) اور آپؐ نے یہ دُعا کی "اے دُنیا میں اپنے احکام کو جاری کرنے والے خدا اور حساب لینے میں دیر نہ کرنے والے۔ تو اپنے فضل سے کفار کے ان احزاب کو پسپا فرما۔ اے میرے قادر تو ضرور ایسا ہی کر۔ اور کفار کے مقابلہ پر ہماری مدد فرما اور ان کی طاقت پر زلزلہ وارد کر۔ اے تکلیف میں مبتلا لوگوں کی آہ و پکار سننے والے! اے مضطر لوگوں کی دعاؤں کو قبول کرنے والے تو ہمارے غم اور فکر اور بے چینی کو دُور فرما کیونکہ جو مجھ پر اور میرے اصحاب پر اس وقت مصیبت وارد ہے وہ تیرے سامنے ہے" (زرقانی)

بچہ ۔ اللہ پاک نے ان دعاؤں کو سُن کر ہمیشہ کی طرح اپنے فضل نازل کئے ہوں گے ۔

ماں ۔ بالکل ٹھیک بچے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ایسا سامان ہوا کہ اُن کے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی ۔ ایک دوسرے سے بدظن ہو گئے ۔ آپس میں اختلاف پیدا ہو گئے ۔ ایک بڑھی الٰہی سامان پیدا ہوا کہ رات کو سخت آندھی چلی (ابن ہشام و زرقانی) کفار کے خیمے اُکھڑ گئے ۔ ہنڈیاں اُلٹ کر چولھوں میں گر گئیں ۔ ریت کنکر کی بارش نے لوگوں کے کانوں، آنکھوں اور نتھنوں کو بھر دیا ۔ آگیں بجھ گئیں ۔ کفار اتنے بددل ہوئے کہ ابوسفیان نے اپنے آدمیوں کو واپسی کا حکم دے دیا ۔ ان کو جانے کی اتنی جلدی تھی کہ صبح ہونے تک میدان خالی ہو چکا تھا ۔ یہ محاصرہ کم و بیش بیس دن جاری رہا ۔

بچہ ۔ سبحان اللہ ۔ اللہ پاک نے کیسی دُعا سنی مسلمانوں کو پھر فتح حاصل ہوئی ۔

ماں ۔ یہ غزوہ خندق جو غزوہ احزاب بھی کہلاتا ہے مسلمانوں کے لئے بہت بڑی آزمائش تھی ۔ جس میں خاص اللہ تعالیٰ کی مدد سے فتح حاصل ہوئی اور کھرے کھوٹے پہچانے گئے ۔ آپ کو یاد ہوگا کہ بنو قریضہ نے بدعہدی کی تھی اللہ پاک نے اُن کو سزا دینے کا فیصلہ فرمایا اور آپؐ کو ارشاد فرمایا کہ فوراً بنو قریضہ کی طرف روانہ ہو جائیں ۔ آپؐ نے صحابہؓ کو تیار ہونے کا حکم دیا اور حضرت علیؓ کی قیادت میں ایک پارٹی حالات کا جائزہ لینے کے لئے آگے بھجوا دی ۔ یہود حد درجہ بدتمیزی اور سرکشی پر اُتر آئے آپؐ نے فیصلہ فرمایا کہ اُن کی آبادی کا محاصرہ کر لیا جائے ۔ بیس دن تک محاصرہ کی سختی برداشت کرنے کے بعد بنو قریضہ نے فیصلہ کیا کہ قبیلہ کے رئیس سعد بن معاذ جو فیصلہ کریں اُسے تسلیم کر لیا جائے گا ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اُن کے فیصلے کے مطابق عمل کرنے کا وعدہ فرمایا ۔

بچہ ۔ سعد نے کیا فیصلہ سنایا ۔

ماں ۔ سعد کا فیصلہ دراصل خدائی تقدیر تھا ۔ فیصلہ یہ تھا کہ قبیلے کے جنگجو لوگ قتل کر دیئے جائیں اور ان کی عورتیں اور بچے قید کر لئے جائیں ۔ اور ان کے اموال مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے جائیں ۔ اس فیصلے کو سن کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ " تمہارا یہ فیصلہ ایک خدائی تقدیر ہے ۔ "

(بخاری کتاب المغازی حالات غزوہ قریظہ)

یہ غزوہ بنو قریظہ ذی قعدہ ۵ھ ہجری مطابق مارچ' اپریل ۶۲۷ء عمل میں آیا۔ اور اس کے ساتھ ہی مدینہ میں غیر مسلموں کا زور ٹوٹ گیا اور مدینہ میں عملاً مسلمان حکومت قائم ہو گئی۔

حضرت سعدؓ بن معاذ بنو قریظہ کے رئیس تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام اور بانیٔ اسلامؐ کے عشق میں اتنا آگے بڑھے کہ ان کا مقام انصار میں کم و بیش وہی تھا جو مہاجرین میں حضرت ابوبکرؓ کا تھا۔ غزوہ خندق میں ان کی کلائی پر زخم آ گیا تھا جو ٹھیک ہونے میں نہ آتا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنے عزیز تھے کہ تیمارداری کے خیال سے اپنے قریب مسجد کے صحن میں خیمے میں رکھا۔ مگر زخم ٹھیک نہ ہوا۔ اسی تکلیف سے آپ وفات پا گئے جس کا آپؐ کو اور مسلمانوں کو بہت صدمہ ہوا۔ آپؐ نے خود نماز جنازہ پڑھائی۔ دفنانے کے لئے خود ساتھ تشریف لے گئے اور قبر کی تیاری تک وہیں ٹھہرے رہے اور آخر دل سے دعا کرنے کے بعد تشریف لائے (زرقانی جلد ۲ صہ ۱۴۱) آپؐ سے ایک قول بھی منسوب ہے۔ آپؐ نے فرمایا "سعدؓ کی موت پر خدائے رحمان کا عرش جھومنے لگ گیا۔" (بخاری ابواب مناقب انصار) یعنی عالم آخرت میں خدا کی رحمت نے خوشی کے ساتھ سعد کی روح کا استقبال کیا ہے۔

بچہ ۔ انصار بعد میں آئے مگر آگے بڑھ گئے۔

ماں ۔ آگے بڑھنا اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے۔ اب میں آپ کو ایک انتہائی مخالف شخص کے قبولِ اسلام کا واقعہ سناتی ہوں۔ نجد کے علاقے کی مخالفت

کا کئی دفعہ ذکر آچکا ہے وہاں ایک قبیلہ قرطا کی طرف سے خطرناک
خبریں ملیں۔ یہ ۶ھ ہجری محرم کی بات ہے آپؐ نے ایک دستہ بھیجا
جو ڈیڑھ سو میل کی مسافت طے کر کے نجد پہنچا وہاں زیادہ مقابلے کی
صورت پیش نہ آئی۔ دشمن بھاگ گئے۔ مالِ غنیمت اور ایک قیدی ہاتھ
لگا۔ مدینہ پہنچ کر جب یہ قیدی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں
پیش کیا گیا تو آپؐ نے پہچان لیا یہ قیدی علاقہ یمامہ کا ایک بااثر رئیس
اسلام کا شدید مخالف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادے کرنے
والا ثُمامہ بن اُثال تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ثمامہ کو صحن مسجد میں ایک ستون
سے باندھ دیا جائے اور نیک سلوک کیا جائے۔ آپؐ نے اپنے گھر سے
ثمامہ کے لئے کھانا بھجوایا۔

بچہ ۔ ایسے شدید دشمن کے لئے بھی ہمارے آقاؐ کے دل میں اتنی رحمت تھی
کہ گھر سے کھانا بھجوایا مگر صحنِ مسجد میں باندھنے کی حکمت سمجھ نہیں سکا۔

ماں ۔ حکمت یہ تھی کہ وہ مسلمانوں کی طرز عبادت اور مجالس کا خود جائزہ لے۔
ہو سکتا ہے اس کا دل اسلام کی طرف مائل ہو جائے۔ چنانچہ ہوا یہ کہ
تین دن تک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لا کر ثمامہ کا حال پوچھتے
رہے۔ تیسرے دن آپؐ نے فرمایا "ثمامہ کو کھول دو" ثمامہ آزادی
ملتے ہی مسجد سے باہر چلا گیا اور تھوڑی دیر میں نہا دھو کر آیا اور آنحضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر کے مسلمان ہو گیا۔ اور ایک بہت پیارا جملہ
کہا۔ "یا رسول اللہؐ! ایک وقت تھا کہ مجھے تمام دنیا میں آپؐ کی ذات سے

اور آپؐ کے دین سے اور آپ کے شہر سے سب سے زیادہ دشمنی تھی ۔
لیکن اب مجھے آپؐ کی ذات اور آپؐ کا دین اور آپؐ کا شہر سب سے
زیادہ محبوب ہیں ۔" (بخاری کتاب المغازی باب وفد بنی حنیفہ)

پھر ثمامہ عمرے کے لئے خانہ کعبہ چلے گئے اور بڑے جوش و خروش سے
تبلیغ شروع کی ۔ آپ کی تبلیغ سے یمامہ میں کثرت سے اسلام پھیلا ۔
یہودیوں کے مدینے سے نکل جانے کی وجہ سے اب وہ مدینے سے کچھ
فاصلے پر رہ کر چھیڑ چھاڑ کرنے کے نئے نئے طریق اختیار کرتے ۔ جب بھی
آپؐ کو ان کی مخالفانہ سرگرمیوں کی اطلاع ملتی آپؐ مدینہ سے مسلمانوں کا
دستہ روانہ فرماتے اس طرح مسلمانوں کی کئی مرتبہ سفر کرنے پڑے ۔
ربیع الاول سنہ ۶ ہجری میں قبیلہ بنی اسد کی شرارت کی اطلاع پاکر ایک
مہاجر صحابی عکاشہؓ بن محصن کو روانہ کیا گیا ان کی آمد کی اطلاع پاکر
قبیلہ کے لوگ اِدھر اُدھر بھاگ گئے اس کو غزوہ عکاشہ بن محصن کہتے
ہیں ۔ ربیع الآخر میں مدینہ سے چوبیس میل کے فاصلے پر ذوالقَصّہ کی
طرف محمدؓ بن مسلمہ اور ابو عبیدہؓ بن الجراح کو روانہ کیا گیا ۔ اس کو سریہ محمد
بن مسلمہ کہتے ہیں ۔ اسی مہینے قبیلہ بنی سُلیم کی طرف حضرت زیدؓ بن
حارثہ کو بھیجا گیا اس کو سریہ زید بن حارثہ کہتے ہیں ۔ اگلے مہینے یعنی
جمادی الاولیٰ میں پھر حضرت زید بن حارثہ کو مدینہ سے چار دن کی مسافت
پر عیص کے مقام پر بھیجا گیا ۔ ان سب واقعات میں دشمن اِدھر اُدھر
بھاگ جاتے اور مسلمان فتح یاب ہوتے عیص سے جو قیدی پکڑے گئے

اُن میں ایک قیدی ابو العاص بن الربیع بھی تھے۔

بچہ ۔ ان کی کیا خصوصیت تھی ۔

ماں ۔ ان کی خصوصیت یہ تھی کہ یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حقیقی بھانجے تھے۔ ابو العاص نے اسلام قبول کر لیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت خوش تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اُس نے میری بیٹی سے بہت اچھا سلوک کیا ہے۔ (بخاری ابواب مناقب) جمادی الاول میں (مطابق ستمبر ۶۲۷ء) آپؐ دو سو صحابہؓ کی جمعیت ساتھ لے کر بنو لحیان کی گوشمالی کے لئے تشریف لے گئے۔ یہ وہی بنو لحیان تھے جنہوں نے رجیع کے مقام پر مسلمانوں کو بیدردی سے شہید کر دیا تھا۔ آپؐ کی آمد کی خبر پا کر بنو لحیان پہاڑیوں میں چھپ گئے۔ کوئی معرکہ پیش نہ آیا۔ آپؐ نے مسلمانوں کی شہادت کے مقام پر رُک کر اُن کے لئے بڑی رقت سے دُعا مانگی۔

کچھ دوسرے قبائل مثلاً بنو ثُعلبہ جو طَرِف میں رہتے تھے بنو جذام جو حِسمیٰ میں رہتے تھے بنو فزارہ جو وادی القُریٰ میں رہتے تھے کی طرف حضرت زیدؓ بن حارثہ کو دستے دے کر روانہ کیا اکثر ایسا ہوا کہ دشمن چھپ جاتے کبھی مقابلہ بھی ہوتا اور اللہ پاک کی مدد سے فتح ہوتی۔

بچہ ۔ یہودی ساری عمر مصیبت ہی بنے رہے۔

ماں ۔ دراصل اسلام کی مقبولیت اور پے درپے شکستوں نے اُنہیں پاگل کر دیا تھا۔ بعض علاقے خاص طور پر مخالفت کا گڑھ بن جاتے اور پھر

مختلف علاقوں کے مخالف مل بیٹھتے اور ترکیبیں سوچتے کہ کس طرح اسلام کی طاقت کو کم کیا جاسکتا ہے۔ ان علاقوں میں ایسے قبائل بھی تھے جو دل سے مسلمان ہو چکے تھے مگر مخالفت کے خوف سے اعلانیہ اظہار نہ کر سکتے تھے۔ ان کی مدد اور مذہبی آزادی کے قیام کے لئے شعبان ۶ھ ہجری (مطابق دسمبر ۶۲۷ء) ایک فوجی دستہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی قیادت میں دومۃ الجندل کی طرف روانہ کیا گیا۔

بچہ ۔ اتنی مصروف زندگی میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی تربیت کس طرح فرماتے تھے۔

ماں ۔ آپؐ کا اُٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، عبادت اور مجالس زندگی کا ہر لمحہ عملی تربیت کا نمونہ تھا آپؐ ہر بات میں حکیمانہ رہنمائی فرماتے۔ مثال کے طور پر اسی سریہ پر روانگی کی تیاری ہو رہی تھی آپؐ کی خدمت میں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف حاضر تھے ایک انصاری حاضر ہوا اور پوچھا

یارسول اللہ! مومنوں میں سے سب سے افضل کون ہے۔

آپؐ نے فرمایا۔ "وہ جو اخلاق میں سب سے افضل ہے۔"

اُس نے کہا "اور یارسول اللہؐ سب سے زیادہ متقی کون ہے۔"

آپؐ نے فرمایا "وہ جو موت کو یاد رکھتا ہے اور اُس کے لئے وقت سے پہلے تیاری کرتا ہے۔"

آپ دیکھئے ان مختصر جملوں میں آپؐ نے کتنی باتیں سکھا دیں پھر ان نصائح

کو غور سے سنئیے جو آپؐ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو روانہ کرتے وقت کہیں۔ ”اے ابنِ عوف اس جھنڈے کو لے لو اور پھر تم سب خدا کے رستے میں جہاد کے لئے نکل جاؤ اور کفار کے ساتھ لڑو مگر دیکھنا کوئی بددیانتی نہ کرنا اور نہ کوئی عہد شکنی کرنا اور نہ دشمن کے مُردوں کے جسموں کو بگاڑنا اور نہ بچوں کو قتل کرنا۔ یہ خدا کا حکم ہے اور اس کے نبیؐ کی سنت“

(ابن ہشام جلد ۳ صہ ۸۸، ۸۹)

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے ساتھ سات سو مجاہد تھے۔ دومۃ الجندل کے رئیس اصبح بن عمر کلبی اور اُن کی قوم کے بہت سے لوگ اسلام میں شامل ہو گئے۔

بچہ ۔ اسلام کے پھیلنے اور یہودیوں کے مدینے سے نکل جانے سے سارا مدینہ اسلامی شہر بن گیا۔

ماں ۔ بالکل۔ اس اسلامی شہر میں تاجدار مدینہؐ پہ تازہ وحی نازل ہوتی۔ آپ قرآن پاک کی آیات سناتے اور اُن کے مطالب سمجھاتے۔ اللہ پاک سے محبت کرنے والے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات کو غور سے سنتے اور ایک دوسرے سے پہلے عمل کرنے کی کوشش کرتے۔ مگر جہاں تک خطرات کا تعلق تھا وہ تو کم نہ ہوئے۔ یہودیوں نے مدینہ سے نکل کر اپنی سرگرمیوں اور سازشوں کا مرکز خیبر نامی مقام بنا لیا تھا۔ ایک دفعہ تو شعبان ۶ھ ہجری میں حضرت علیؓ قبیلہ بنو سعد اور اہل خیبر کو سزا دینے کے لئے گئے مگر وہ خبر پا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ دو یہودی سردار بے حد

خطرناک تھے حیی بن اخطب تو بنو قریظہ کے ساتھ جھڑپ میں مارا گیا تھا لیکن سلام بن ابی الحقیق جو ابو رافع کے نام سے مشہور تھا بے حد خطرناک سازشی ذہن کا مالک تھا۔ نجد کے قبائل کا دورہ کر کے آخری معرکے کے لئے بہت بڑی فوج جمع کرنے لگا۔

بچہ ۔ پھر بڑی جنگ ہوئی ہو گی اور بہت سے لوگ مارے گئے ہوں گے ۔

ماں ۔ یہی سوچ کے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد صحابہ رضؓ کی تجویز پر فیصلہ فرمایا کہ بہتر ہے فتنے کے بانی کو ہی ختم کروا دیا جائے چنانچہ عبداللہ بن عتیک نے کمال بہادری سے ابو رافع کو ختم کر دیا۔ اس طرح ایک بڑا خطرہ ٹل گیا۔ یہ شخص پیارے آقاؐ کے لئے بڑی گندی زبان استعمال کرتا تھا۔

بچہ ۔ اللہ پاک نے سزا بھی تو اچھی طرح دی۔

ماں ۔ اللہ پاک اپنے پیارے کی عزت کا خود محافظ ہے ۔اس سال رمضان میں مسلمانوں نے ایک نئی نماز پہلی دفعہ پڑھی۔ ہوا یہ کہ بہت عرصے سے بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط کی صورت پیدا ہو گئی ۔ صحابہ رضؓ نے آپؐ سے دُعا کی درخواست کی اس پر آپؐ صحابہؓ کے ساتھ عیدگاہ تشریف لے گئے اور بارش کے لئے دُعا کی بارش کے لئے دعا کو دعائے استسقاء اور نماز کو نمازِ استسقاء کہتے ہیں ۔ اللہ پاک نے آپؐ کی دُعا سنی اور خوب بارش ہوئی ۔اب اُدھر یہودیوں کی سُنو ابو رافع تو ختم ہوا مگر ایک ویسا ہی خطرناک سازشی اُسیر بن رزام سردار بنا اور ناپاک منصوبوں کی تکمیل کے لئے کوششیں شروع کر دیں۔ آپؐ نہیں چاہتے تھے کہ جنگ ہو آپؐ نے عبداللہ رضؓ بن رواحہ کی سرکردگی

میں تیس افراد پر مشتمل ایک پارٹی روانہ کی تاکہ وہ اُسیر کو دشمنی سے باز رہنے اور امن کا معاہدہ طے کرنے کے لئے مدینہ بلائیں۔ اُسیر نے باہم مشورہ کیا اور مسلمانوں کے ساتھ مدینہ کے لئے اپنے تیس ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہوا راستے میں اُس کی نیت خراب ہوگئی۔

بچہ۔ ہوسکتا ہے پہلے سے ہی اُس نے کوئی منصوبہ بنایا ہو۔

ماں۔ جی ہاں یہ بھی ہوسکتا ہے۔ بہرحال انہوں نے تلواریں نکال لیں اگرچہ مسلمان تیار نہیں تھے تاہم جب تلواریں چلیں تو سارے یہودی مارے گئے۔ آپؐ نے یہ حالات سُن کر فرمایا۔

"شکر کرو کہ خدا نے تمہیں اس ظالم پارٹی سے نجات دی" (ابن سعد)

یہ شوال ۶ھ ہجری کا واقعہ ہے۔ اسی مہینے ابوسفیان کا مکہ سے بھیجا ہوا کرائے کا ایک قاتل پکڑا گیا جو آپؐ پر حملہ کرنے ہی والا تھا۔ آپؐ نے اس کو دیکھ کر اندازہ لگا لیا تھا کہ نیت ٹھیک نہیں ہے۔ بعد میں یہ شخص مسلمان ہوگیا (ابن سعد جلد ۲ صہ ۶۸)

بچہ - اب سامنے آکر حملہ کرنے کی بجائے قریشِ مکہ نے سازشیں شروع کردیں۔

ماں - وہ تھے ہی بدبخت اسی مہینے یعنی شوال ہی میں قبائل عکل اور عُرینہ کے آٹھ آدمی مدینے آئے اور جھوٹ موٹ مسلمان ہو کر مدینہ میں گھُل مل کر رہنے لگے پھر بیماری کا بہانہ کر کے مدینے کے باہر کھلی جگہ میں جہاں مویشی رکھے جاتے تھے منتقل ہوگئے اور ایک دن موقع پر مویشیوں کے رکھوالے مسلمانوں کو بے حد بیدردی سے تکلیفیں دے دے کر ذبح کر دیا اور مویشی چُرا کر بھاگ

نکلے مسلمانوں کو علم ہوا تو پیچھا کیا اور پکڑ کر انہیں بھی مار ڈالا۔ مسلمان بہت صلح پسند ہوتے ہیں۔ ہمارا دین ہمیں یہی تعلیم دیتا ہے۔ مگر جب حالات انہیں تلوار اُٹھانے پر مجبور کر دیں تو وہ بڑی بہادری سے لڑتے ہیں۔ اب جو واقعہ آپ کو سنانے جا رہی ہوں۔ اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم صلح کرنا کس قدر پسند فرماتے تھے۔ مکہ والوں نے آپؐ سے کیا نہیں کیا مگر مکہ آپؐ کا وطن تھا۔ آپؐ کو مکہ سے پیار تھا صرف اس لئے نہیں کہ مکہ میں آپ پیدا ہوئے تھے بلکہ اس لئے بھی کہ اللہ پاک نے یہ بھی فرمایا تھا کہ مکہ کی طرف توجہ لگائے رکھیں۔ آپؐ اور مہاجرین کو مکہ تو یاد ہی رہنا تھا ہم ۶ھ کی بات کر رہے ہیں ابھی ذوقعدہ کا مہینہ شروع نہیں ہوا تھا کہ آپؐ نے خواب میں دیکھا کہ آپؐ صحابہ کرامؓ کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں (سورۃ الفتح : ۲۸) اسلامی احکامات کے نازل ہونے سے پہلے بھی طواف عمرہ اور حج کا رواج تھا مگر اسلامی طریق بعد میں سکھایا گیا۔ آپؐ نے اپنے صحابہؓ کو تحریک فرمائی کہ پُر امن طریق پر صرف عمرے کی ادائیگی کے لئے بغیر ہتھیار لگائے مکہ چلتے ہیں۔ چودہ سو صحابہ کرامؓ تیار ہو گئے۔ آپؐ ان کے ساتھ ذوقعدہ ۶ھ کے شروع میں پیر کے دن صبح کے وقت مدینہ سے روانہ ہوئے۔ ام المومنین حضرت اُم سلمیٰؓ بھی ہمراہ تھیں۔

بچہ ۔ مدینے کا امیر کسے مقرر فرمایا۔

ماں ۔ آپ نے خوب یاد رکھا کہ آپؐ اپنی غیر حاضری میں مدینے میں امیر مقرر فرمایا کرتے تھے نمیلہ بن عبداللہ کو امیر اور عبداللہ بن اُم کلثوم کو امام الصلوٰۃ مقرر

فرمایا۔ (ابن سعد، ابن ہشام)

مدینہ سے چھ میل کے سفر کے بعد ذوالحلیفہ کے مقام پر حج کا مخصوص لباس "احرام" باندھ لیا۔ احتیاطاً ایک خبر رساں بُسر بن سفیان کو مکہ والوں کے ارادوں کی خبر لینے کے لئے بھجوایا جس نے آکر اطلاع دی کہ مکہ والے سخت غصے میں ہیں اور آپؐ کو روکنے کا پکا ارادہ ہے (بخاری کتاب المغازی) بلکہ ایک دستہ جس میں خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابوجہل شامل ہیں مسلمانوں کے قریب پہنچ چکا ہے۔ آپؐ نے مکہ کا اصل راستہ چھوڑا سمندر کی طرف سے نسبتاً مشکل مگر محفوظ راستے سے سفر جاری رکھا۔ جب مکہ سے نَو میل کے فاصلے پر حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو آپ کی اونٹنی "القصوا" پاؤں پھیلا کر زمین پر بیٹھ گئی۔ اُسے خدائی اشارہ سمجھ کر آپؐ نے وہیں ڈیرے ڈال دیئے۔ وہاں ایک چشمہ تھا جو سب کے پانی استعمال کرنے سے خشک ہوگیا۔ صحابہؓ کرام آپؐ کی خدمت میں گئے اور اپنی تکلیف کا ذکر کیا۔ آپؐ نے ایک تیر دیا اور فرمایا کہ خشک ہونے والے چشمے کی تہ میں گاڑ دیا جائے۔ آپؐ خود چشمے کے کنارے پر تشریف لائے تھوڑا سا پانی لے کر اپنے منہ میں ڈالا اور پھر دُعا کرتے ہوئے اپنے منہ سے چشمے میں انڈیل دیا اور صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ تھوڑی دیر انتظار کرو۔ ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ چشمہ کے اندر اتنا پانی بھر آیا کہ سب نے اپنی ضرورت کے مطابق استعمال کیا اور پانی کی مشکل جاتی رہی۔

(بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیہ عن براء بن عازب)

رات کو اللہ کے فضل سے بارش بھی ہوگئی اور سارا میدان تر بتر ہوگیا۔

بچّہ ۔ یہ بھی معجزہ تھا آپؐ نے بتایا تھا کہ بندوں سے پیار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ایسے معجزے دکھاتا ہے جن سے بندوں کا اللہ تعالیٰ سے پیار بڑھتا ہے۔

ماں ۔ ہمارے پیارے آقاؐ کی زندگی تو ہر لمحہ معجزے ہی معجزے تھے یہ وہ پیار بھرے واقعات ہیں جن میں دوسرے اصحابؓ کو بھی شریک کیا گیا۔ بات ہو رہی تھی چشمے کے قریب پڑاؤ کی۔ وہاں ایک شخص بُدیل بن ورقا کا گذر ہوا تو آپؐ نے اُسے بتایا کہ ہم پُرامن طواف کے لئے آئے ہیں اور کیا ہی اچھا ہو اگر مکہ والے جنگ کا رستہ چھوڑ کر امن کا طریق اختیار کریں۔ بُدیل کو یہ باتیں پسند آئیں جا کر مکہ والوں کو بتائیں مگر وہ تو کچھ ماننے کو تیار ہی نہ تھے۔ آخر ایک شخص عروہ بن مسعود مکہ والوں کی طرف سے بات کرنے کے لئے آیا اور آپؐ کے امن کے منصوبے سے متاثر ہوا مگر زیادہ متاثر اُس کو صحابہ کرامؓ کی آپ سے محبت نے کیا۔ اُس کا بیان ہے۔ "اگر پانی پیتے ہوئے آپؐ کے منہ سے کوئی قطرہ گرتا تو صحابہ کرامؓ اسے شوق سے اپنے ہاتھوں پر مل لیتے اور جب آپؐ کسی چیز کا ارشاد فرماتے تو لوگ آپؐ کی آواز پر اس طرح لپکتے کہ گویا ایک مقابلہ ہو جاتا تھا اور جب آپؐ وضو کرتے تو صحابہ کرامؓ اس شوق سے آپؐ کو وضو کروانے کے لئے آگے بڑھتے کہ گویا اس خدمت کے لئے ایک دوسرے سے لڑ پڑیں گے اور جب آپؐ گفتگو فرماتے تو صحابہؓ بالکل خاموش ہو کر بیٹھ جاتے اور محبت اور رُعب کی وجہ سے اُن کی نظریں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اُٹھ نہیں سکتی تھیں" (بخاری کتاب الشروط)

بچہ ۔ امی میں سوچ رہا ہوں کہ عروہ بہت بہادر شخص ہوگا ورنہ شدید دشمنوں کے سامنے پیارے آقاؐ کی تعریف کرنے کی جرأت نہ کرتا۔

ماں ۔ عروہ ہی نہیں پھر ایک شخص حلیس بن علقمہ آیا اور اُس نے بھی جا کر قریشِ مکہ کو اچھی رپورٹ دی مگر وہ تو جوش میں بھڑکے ہوئے تھے حتیٰ کہ آپؐ کی طرف سے ہمدردی اور دانائی سے سمجھانے کے لئے ایک صحابی خراشؓ بن اُمیہ کو بھیجا گیا تو اُن کی اُونٹنی زخمی کر دی وہ تو ان کو بھی مار دیتے کچھ بڑے بوڑھوں نے سمجھا کر باز رکھا۔ قریش نے ایک اور چال چلی۔ یہ تو ہو ہی رہا تھا کہ اِدھر اُدھر سے نمائندے آ جا رہے تھے کفار نے ایک پارٹی اسی آڑ میں بھیجی کہ اب تو سارے دشمن مکہ کے پاس آئے ہوئے ہیں کسی طرح حملہ کر کے مسلمانوں کو نقصان پہنچاؤ اور ہو سکے تو آنحضورؐ کو قتل کر دو۔ (طبری و ابن ہشام) مگر یہ سب گرفتار کر لئے گئے اور اس طرح اللہ پاک نے خاص فضل سے حفاظت کا سامان فرمایا۔

بچہ ۔ پھر تو وہ سلسلہ بھی جاری نہ رہا ہوگا جو امن کے ساتھ عمرہ ادا کرنے کے لئے سمجھانے کا ہو رہا تھا۔

ماں ۔ اُس کے لئے ایک اور کوشش ہوئی ۔ اس دفعہ حضرت عثمانؓ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے ایک تحریر دے کر بھیجا جس میں آپؐ نے اپنے آنے کی غرض بیان کی اور قریش کو یقین دلایا کہ ہماری نیت صرف ایک عبادت بجا لانا ہے ہم پُرامن صورت میں عمرے کے بعد

واپس چلے جائیں گے۔ آپؐ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا کہ کمزور مسلمانوں سے ملنے کی کوشش بھی کریں اور ان کی ہمت بڑھائیں اور کہیں کہ صبر کریں خدا عنقریب کامیابی کے دروازے کھولنے والا ہے (زرقانی جلد ۲ صہ ۲۰۶)

حضرت عثمانؓ نے بڑی اچھی طرح سب باتیں مکہ والوں کے سامنے پیش کیں مگر وہ کسی صورت راضی نہ ہوئے بلکہ وہ شرارتاً حضرت عثمانؓ اور ان کے ساتھیوں کو مکہ میں روک لیا۔ وہ واپس نہ گئے تو مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمانؓ قتل کر دیئے گئے ہیں۔

بچہ ۔ آپؐ کو بڑی تکلیف ہوئی ہوگی۔ حضرت عثمانؓ آپؐ کے دوست اور داماد بھی تھے۔

ماں ۔ جی بچے بہت تکلیف ہوئی آپؐ نے اعلان کروایا کہ سب مسلمان جمع ہو جائیں۔ جب مسلمان ایک کیکر کے پیڑ کے نیچے جمع ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا "اگر یہ اطلاع درست ہے تو خدا کی قسم ہم اس جگہ سے اس وقت تک نہیں ٹلیں گے جب تک کہ عثمانؓ کا بدلہ نہ لے لیں۔ آؤ اور میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر یہ عہد کرو کہ تم میں سے کوئی شخص پیٹھ نہیں دکھائے گا اور اپنی جان پر کھیل جائے گا مگر کسی حال میں اپنی جگہ نہیں چھوڑے گا۔" اس پر صحابہؓ نے اتنی تیزی سے آگے بڑھ بڑھ کر بیعت کی کہ ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے مسلمانوں کا یہ جوش وجذبہ اللہ پاک کو بہت پسند آیا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ ترجمہ: "اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے خوش ہو گیا جبکہ اے رسولؐ! وہ ایک درخت کے

نیچے تیری بیعت کر رہے تھے ۔ کیوں کہ اس بیعت سے اُن کے دلوں کا مخفی اخلاص خدا کے ظاہری علم میں آگیا۔ سو خدا نے بھی ان پر سکینت نازل فرمائی اور انہیں ایک قریب کی فتح کا انعام عطا کیا۔ (سورۂ فتح : ۱۹)

بچہ ۔ مسلمان کتنے خوش ہوئے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے خوش ہوا۔

ماں ۔ جی بچے اس بیعت کا نام ہی "بیعت رضوان" ہے یعنی وہ بیعت جس میں مسلمانوں نے خدا تعالیٰ کی خوشنودی کا انعام حاصل کیا۔ جب مکہ میں اس بیعت کی اطلاع ملی تو وہ خوف زدہ ہو گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھیوں کو رہا کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی یہ کوشش کرنے لگے کہ صلح ہو جائے تو اچھا ہے ۔ چنانچہ اس غرض سے سہیل بن عمرو معاہدہ کے لئے آپؐ کے پاس پہنچا۔ آپؐ نے حضرت علیؓ کو معاہدے کی شرائط لکھنے کے لئے بلایا۔ حضرت علیؓ آپؐ کی طرف سے خط و کتابت کیا کرتے تھے۔ آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا لکھو بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔
سہیل بن عمرو بولا ہم تو رحمٰن کو نہیں مانتے ۔ جیسے پہلے لکھا جاتا تھا ویسے ہی لکھا جائے ۔ چنانچہ آپؐ نے اُس کی بات مان لی اور بِاسۡمِکَ اللّٰھُمَّ الفاظ لکھوائے ۔ پھر آپؐ نے لکھوایا "یہ وہ معاہدہ ہے جو محمد رسول اللہؐ نے کیا ہے۔ سہیل نے پھر اعتراض کیا۔ ہم تو آپ کو رسول اللہ نہیں مانتے۔ آپؐ نے پھر اُس کی بات مان کر حضرت علیؓ سے فرمایا۔ رسول اللہ کی جگہ ابن عبد اللہ لکھ دو۔ حضرت علیؓ کو گوارا نہ ہوا کہ اپنے ہاتھ سے رسول اللہ کے لفظ کاٹتے۔ آپؐ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ یہ الفاظ کہاں لکھے

ہوئے ہیں پھر اپنے ہاتھ سے رسول اللہ کے لفظ کاٹ دیئے۔ اور معاہدے
میں محمدؐ ابن عبد اللہ لکھا گیا۔ آپؐ نے نہ غصہ کیا نہ اپنی بات کو اوپر رکھنے
کے لئے دوسرے کی بات ماننے سے انکار کیا بلکہ مخالف کی ایسی باتیں مان
کر جن میں کوئی ہرج نہیں تھا سبق دیا کہ امن کے معاہدوں میں ایک
دوسرے کا خیال رکھنا بہتر ہے۔

بچہ ۔ معاہدہ کن شرائط پر ہوا۔

ماں ۔ معاہدے کی شرائط کچھ یوں تھیں۔

۱۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے ساتھی اس سال واپس چلے جائیں۔

۲۔ آئندہ سال وہ مکہ میں آکر رسمِ عمرہ ادا کر سکتے ہیں مگر سوائے نیام میں
بند تلوار کے کوئی ہتھیار ساتھ نہ ہو اور مکہ میں تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں

۳۔ اگر کوئی مرد مکہ والوں میں سے مدینہ جائے تو خواہ وہ مسلمان ہی ہو۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسے مدینہ میں پناہ نہ دیں اور واپس لوٹا دیں۔

۴۔ قبائل عرب میں سے جو قبیلہ چاہے مسلمانوں کا حلیف بن جائے اور
جو چاہے اہل مکہ کا۔

۵۔ یہ معاہدہ فی الحال دس سال کے لئے ہوگا اور اس عرصہ میں قریش
اور مسلمانوں کے درمیان جنگ بند رہے گی۔

(سیرت خاتم النبیین صـ۷۶۸، صـ۷۶۹)

اس کو صلح حدیبیہ کہتے ہیں یہ مارچ ۶۲۸ء مطابق ذی قعدہ ۶ھ کو ہوا۔

بچہ ۔ کیا صلح کی ان شرائط پر سب مسلمان خوش تھے۔

ماں ۔ سب مسلمان خوش نہیں تھے اُس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ بظاہر ایسا لگتا تھا کہ مسلمانوں نے دب کر صلح کی ہے اور دوسرے کفار کی باتیں زیادہ مانی گئی تھیں۔ خانۂ کعبہ کے طواف کا مسلمانوں کو بڑا شوق تھا روک پڑ جانے سے بڑا صدمہ ہوا۔ ایک اور واقعہ ایسا ہوا تھا کہ مسلمانوں میں افسردگی پھیل گئی ہوا یہ کہ ابھی معاہدہ لکھا ہی جا رہا تھا کہ سہیل بن عمرو کے بیٹے ابو جندل رضؓ جو مسلمان ہو چکے تھے ۔ اور اسلام لانے کی وجہ سے سخت اذیتیں برداشت کر رہے تھے۔ قید سے چھوٹ کر بیڑیوں اور ہتھکڑیوں میں جکڑے ہوئے کسی طرح گرتے پڑتے وہاں پہنچے اور دردناک آواز میں پکارا مسلمانو میری مدد کرو مجھے اسلام کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا ہے ۔مسلمان اُن کی حالت دیکھ کر تڑپ اُٹھے ۔ کل عالم کے لئے رحمت و شفقت آقا نے اُن کی تکلیف محسوس کی اور اُن کی مدد کرنی چاہی۔ مگر سہیل نے ضد کی کہ معاہدہ کے مطابق ابو جندل کو آپ ساتھ نہیں لے جا سکتے۔ آپؐ کچھ دیر خاموش رہے پھر ابو جندل سے فرمایا۔ "اے ابو جندل صبر سے کام لو اور خدا کی طرف نظر رکھو۔ خدا تمہارے لئے اور تمہارے ساتھ کے دوسرے کمزور مسلمانوں کے لئے ضرور خود کوئی رستہ کھول دے گا لیکن ہم اس وقت مجبور ہیں کیونکہ اہل مکہ کے ساتھ معاہدہ کی بات ہو چکی ہے اور ہم اس معاہدہ کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے۔"

(ابن ہشام حالات صلح حدیبیہ)

بچہ ۔ پھر ابو جندل کو واپس بھیج دیا گیا ؟ مسلمان اُن کی کوئی مدد نہ کر سکے ؟

مال ۔ مدد تو طاقت قدرت والا خدا کرتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا تھا کہ خدا تمہارے
لئے اور تمہارے ساتھ کے دوسرے کمزور مسلمانوں کے لئے ضرور خود کوئی
راستہ کھول دے گا۔ اب میں آپ کو بتاتی ہوں کہ خدا تعالیٰ نے کیا راستہ
کھولا اور کس طرح اُس شرط کو جو بظاہر مسلمانوں کی کمزوری نظر آ رہی تھی
مسلمانوں کی مضبوطی کا باعث بنا دیا۔ ابھی آپؐ کو مدینے واپس تشریف
لائے زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ ایک مسلمان ابوبصیر مکہ والوں کی قید سے
بھاگ کر مدینے پہنچے۔ قریشِ مکہ کے دو آدمی بھی پیچھا کرتے ہوئے آئے
اور قیدی کا مطالبہ کیا۔ آپؐ نے معاہدے کی پاسداری فرمائی اور ابوبصیر
کو واپس جانے کا ارشاد فرمایا اور اُسی انداز میں تسلّی دی جیسے ابوجندل کو
دی تھی۔ ابوبصیر نے اتنے دُکھ اُٹھائے تھے کہ وہ واپس مکہ جانے کو
اپنی موت سمجھتے تھے۔ مکہ کے دو آدمی اُن کی نگرانی کے لئے مقرر تھے
اُن میں سے ایک کو موقع پا کر قتل کر دیا اور بھاگ کر واپس مدینے پہنچے
مگر جب دیکھا کہ آپؐ کسی طرح اُنہیں مدینے میں نہیں رہنے دیں گے تو
وہاں سے نکل کر مکہ جانے کی بجائے بحیرۂ احمر کے ساحل کی طرف ایک
مقام سیف البحر میں رہنے لگے۔ جب مکہ کے مظلوم مسلمانوں کو اس پناہ گاہ
کا علم ہوا تو وہ بھی وہاں پہنچنا شروع ہو گئے۔ حتیٰ کہ ان کی تعداد اچھی خاصی
ہو گئی اور وہ مکہ والوں کے آنے جانے والے قافلوں پر حملے کرنے لگے
اُن کے حملے کا انداز اتنا پُرجوش ہوتا کہ قریش مکہ زیادہ عرصہ برداشت
نہ کر سکے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر خود درخواست

کی کہ معاہدے کی دوسری شرط ختم کر کے اُن مہاجرین کو اپنے پاس مدینہ بُلالیں۔ آپؐ کی طرف سے جب اس امر کی اطلاع اور مدینہ آجانے کی اجازت کا خط پہنچا تو بیمار ابو بصیر آخری سانسیں لے رہے تھے البتہ ابو جندل اپنے ساتھیوں سمیت اپنے آقاؐ کے قدموں میں پہنچ گئے۔

بچہ ۔ پیارے آقاؐ کی بات پوری ہوئی کہ اللہ تعالیٰ خود سامان کر دے گا۔

ماں ۔ جی ہاں۔ پیارے بچے آپ کو ابو جندل کی فکر ہوگئی تھی اس لئے پہلے میں نے یہ ساری بات بتا دی جبکہ صلح حدیبیہ کے بعد کا ایک واقعہ ابھی باقی تھا۔ مسلمان بیت اللہ کے طواف کے ساتھ قربانی کرنے کے لئے جانور بھی لائے ہوئے تھے۔ جب طواف نہ ہو سکا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ "اب یہیں اپنی قربانیاں کر کے سروں کے بال منڈوا کے واپسی کی تیاری کر د۔" مگر صحابہؓ جو معاہدے کی شرائط کی وجہ سے غم سے نڈھال تھے بیٹھے ہی رہے۔ آپؐ خاموشی سے اُٹھے اور اپنے خیمے میں تشریف لے گئے۔ اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہؓ نے، جو بڑی سمجھدار خاتون تھیں، آپؐ کو مشورہ دیا کہ اس وقت مسلمان غم سے نڈھال ہیں وگرنہ وہ نافرمان نہیں ہیں۔ آپؐ اپنا جانور قربان کر دیجئے اور اپنے بال منڈوائیے۔ پھر دیکھئے مسلمان کس طرح آپؐ کے ساتھ عمل کریں گے۔ آپؐ کو اس ذہین خاتون کا مشورہ پسند آیا۔ چنانچہ آپؐ نے اُسی طرح کیا۔ مسلمان یہ دیکھ کر دیوانہ وار اُٹھے اپنے جانور ذبح کئے اور بال منڈوائے۔

(صحیح بخاری جلد ۱ صـ ۳۷۸)

بچہ ۔ کتنا اچھا لگا ہوگا پیارے آقا کو ۔ حدیبیہ میں مسلمان کتنا عرصہ ٹھہرے ۔

ماں ۔ تقریباً بیس دن قیام رہا ۔ وہاں سے واپسی کے سفر میں سورہ فتح نازل ہوئی جس کی شروع کی آیات کا ترجمہ ہے :۔ "اے رسول! ہم نے تجھے ایک عظیم الشان فتح عطا کی ہے ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تیرے متعلق کئے گئے وہ گناہ بھی جو پہلے کئے گئے ڈھانک دے گا اور جو اب تک ہوئے نہیں (لیکن آئندہ ہونے کا امکان ہے) اُن کو بھی ڈھانک دے گا اور تجھ پر اپنی نعمت پوری کرے گا اور تجھے سیدھا راستہ دکھائے گا اور اللہ تیری شاندار مدد کرے گا ۔" (سورۃ فتح : آتا ۴)

صحابہ کرامؓ نے سورہ فتح کی آیات سُنیں تو حیران ہوئے کہ ہم تو بظاہر کمزور شرائط پر معاہدہ کر کے آئے ہیں یہ فتح کی خوشخبری کیسی ہے آپؐ نے سمجھایا کہ اُحد اور احزاب میں خون بہانے والی جنگیں کرنے والے صلح اور امن داماں پر آمادہ ہو گئے ۔ یہ بات صحابہ کرامؓ کی سمجھ میں آگئی اور اُن کو اطمینان ہو گیا کہ آپؐ کا ہر فیصلہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہترین ہوتا ہے ۔

بچہ ۔ کتنے لمبے عرصے کی مصیبتوں کے بعد امن کا معاہدہ ہوا ۔ اب مسلمان بھی چین سے بیٹھے ہوں گے ۔

ماں ۔ پہلے تو ہر وقت حالتِ جنگ رہتی تھی اب خطرات میں کافی حد تک کمی آگئی تو آپؐ نے مختلف ملکوں کے بادشاہوں اور رئیسوں کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے خطوط بھجوائے ۔ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے نہ صرف آپؐ کو بلکہ ہر مسلمان کو یہ حکم دیا ہے کہ لوگوں کو اسلام کی نیکی

کی طرف بلاؤ اور بدی سے روکو۔ آپؐ نے اپنے صحابہؓ سے اس بارے میں مشورہ کیا تو انہوں نے اِس دعوت کو پسند کیا اور اور تجویز دی کہ چونکہ حکمران لوگ صرف مہر لگے ہوئے خط کی طرف توجہ دیتے ہیں اس لئے آپؐ بھی مہر بنوالیں ۔

بچہ ۔ اُس زمانے میں مہریں کیسے بنتی تھیں ۔

ماں ۔ انگوٹھی پر اپنا نام کھدوایا جاتا تھا۔ آپؐ نے بھی چاندی کی انگوٹھی پر اپنا نام کھدوایا "محمد رسول اللہ" اس میں اللہ پاک کے نام کی بڑائی قائم رکھنے کے لئے ترتیب اس طرح رکھی "اللہ رسول محمد" اپنا نام سب سے آخر میں رکھا۔

(بخاری کتاب العلم)

بچہ ۔ کیا یہ انگوٹھی محفوظ ہے ۔

ماں ۔ یہ انگوٹھی آپؐ کی وفات تک آپؐ کے ہاتھ میں رہی پھر حضرت ابوبکرؓ اُن کے بعد حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں رہی۔ اُن کے بعد حضرت عثمانؓ نے اُسے پہنا مگر ایک دن وہ اُن کے ہاتھ سے کنوئیں میں گر گئی پھر بہت تلاش کے باوجود نہ ملی۔ مصر کے بادشاہ مقوقس کے نام کا خط محفوظ ہے اُس کی نقلیں چھپتی رہتی ہیں اُس میں اُس انگوٹھی کا نقش نمایاں ہے۔ عربی میں مہر اور انگوٹھی دونوں کے لئے لفظ خاتم استعمال ہوتا ہے۔

بچہ ۔ خطوط میں آپؐ نے کیا لکھا تھا۔

ماں ۔ میں آپ کو ایک خط کی پوری عبارت سنا دیتی ہوں۔ تھوڑی بہت تبدیلی سے اسی مضمون کے خطوط بھیجے گئے۔ یہ خطوط محرم ۷ ہجری مطابق اپریل

تا جون ۶۲۸ء کو بھجوائے گئے۔ (تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۷۹)

"میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بے مانگے رحم کرنے والا اور اعمال کا بہترین بدلہ دینے والا ہے۔ یہ خط خدا کے رسول محمدؐ کی طرف سے فارس کے رئیس کسریٰ کے نام ہے سلامتی ہو اُس شخص پر جو ہدایت کو قبول کرتا ہے۔ اور خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاتا ہے اور اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی شریک ہے اور وہ اس بات کی بھی گواہی دیتا ہے کہ محمدؐ خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ اے رئیس فارس! میں آپ کو خدا کی دعوت کی طرف بلاتا ہوں۔ کیونکہ میں سب انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں تاکہ میں ہر زندہ انسان کو ہوشیار کر دوں اور نا انکار کرنے والوں پر خدا کا فیصلہ واجب ہو جائے۔ اے رئیس فارس! آپ اسلام قبول کریں کیونکہ اب آپ کے لئے صرف اسی میں سلامتی کا رستہ ہے اگر آپ رُد گردانی کریں گے تو یاد رکھیں کہ اس صورت میں آپ کے اپنے گناہ کے علاوہ آپ کی مجوس رعایا کا گناہ بھی آپ کی گردن پر ہوگا۔"

آپؐ نے ایسے مضامین پر مشتمل خطوط اس تفصیل سے بھیجے۔

روما کے بادشاہ ہرقل کے نام خط وحید بن خلیفۃ الکلبی کے ہاتھ بھجوایا۔

ایران کے بادشاہ کسریٰ خسرو کے نام خط عبداللہ بن حذافہ سہمی کے ہاتھ بھجوایا۔

مصر کے بادشاہ مقوقس کے نام خط حاطب بن ابی بلتعہ کے ہاتھ بھجوایا۔
حبشہ کے بادشاہ اصحمہ نجاشی کے نام خط عمرو بن اُمیہ ضمری کے ہاتھ بھجوایا۔
غسان (شام) کے بادشاہ حارث بن ابی شمیر کے نام خط شجاع بن وہب کے ہاتھ بھجوایا۔
یمامہ کے رؤساء کے لئے خط سلیط بن عمرو قرشی کے ہاتھ بھجوایا

بچہ ۔ اُن میں سے کوئی اسلام لایا ؟

ماں ۔ نجاشی شاہِ حبش نے جواباً لکھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے پیغمبر ہیں (طبری) اُس نے حضرت جعفر طیارؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اپنے بیٹے کو مدینہ بھیجا مگر اس کا جہاز راستے میں ڈوب گیا۔ ہجرت حبشہ کرنے والوں میں حضرت اُم حبیبہؓ بنتِ ابوسفیان بھی تھیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ میں ان کے قیام کے دوران نکاح کا پیغام بھیجا وہیں نکاح ہوا یہ جمادی الاخر ۶ھ ہجری کا واقعہ ہے۔

شاہِ مصر مقوقس نے بھی آپؐ کی تائید کی اور خدمت کے لئے دو معزز لڑکیاں، کچھ کپڑا اور سواری کے لئے خچر بھیجا۔ دونوں خواتین اسلام لے آئیں۔ اُن میں سے ایک حضرت ماریہؓ قبطیہ سے آپؐ نے شادی کر لی ان سے اللہ پاک نے آپؐ کو ایک بیٹا حضرت ابراہیمؓ عطا کئے جو کم عمری میں فوت ہو گئے۔

قیصر روم نے بھی دل سے تائید کی مگر درباریوں کے خوف سے اظہار کی جرأت نہ کی۔

کسریٰ نے آپؐ کا خط پھاڑ دیا جس پر آپؐ نے بددعا دی کہ وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔

خسرو پرویز شاہِ ایران نے گورنر یمن کو حکم دیا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے عرب میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اُسے گرفتار کر کے ہمارے پاس لاؤ۔ گورنر یمن نے اس حکم کی تعمیل میں دو سفیر آپؐ کی گرفتاری کے لئے بھیجے۔ انہوں نے آکر اس بات پر زور دیا کہ آپؐ ہمارے ساتھ چلیں ورنہ بادشاہ غصے میں عرب پر حملہ کر دے گا۔ آپؐ نے اُنہیں دوسرے دن آنے کے لئے کہا۔ جب وہ دوسرے دن آئے تو آپؐ نے فرمایا۔ "میرے خدا نے مجھے بتایا ہے کہ اُس نے آج رات تمہارے خداوند کو قتل کر دیا ہے۔ میری طرف سے اپنے گورنر کو یہی پیغام دو" گورنر اس پیغام پر سخت حیران ہوا اور کہا کہ چند دن انتظار کرتے ہیں اگر یہ خبر درست ہوئی تو یہ سچے نبی ہیں ورنہ کسریٰ سارے عرب کو تباہ کر دے گا۔ چند دن بعد بندرگاہ پہ ایک جہاز پہنچا جس کے ذریعے خسرو کے شیرویہ کا خط تھا کہ میں نے اپنے باپ کے ظلموں سے تنگ آکر اُسے قتل کر دیا ہے اور وہ حکم منسوخ کرتا ہوں جو میرے باپ نے عرب کے نبوت کا دعویٰ کرنے والے کی گرفتاری کا دیا تھا۔

(طبری جلد ۳ صـ ۱۸۴۳)

اس طرح گستاخی کرنے والے شاہِ ایران کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا ملی۔

بچہ ۔ اب آپ ۷ھ کے واقعات شروع کر رہی ہیں۔

ماں ۔ جی بیٹا ۶ھ ہجری کی ایک اہم بات بتا کر آگے جاتے ہیں۔ دو شدید دشمنانِ دین خالد بن ولید اور عمرو بن العاص نے اسلام قبول کر لیا۔ دونوں نڈر، بہادر اور جنگی طریقوں کے ماہر تھے۔ اسلام قبول کر کے اپنی صلاحیتیں اسلام کے لئے وقف کر دیں۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے ایران اور حضرت عمرؓ بن العاص نے مصر فتح کیا۔

مکّہ والوں کی طرف سے خطرہ کچھ کم ہوا تو آپؐ کی توجہ اسلام کے دشمنوں کے دوسرے بڑے مرکز کی طرف ہوئی یہ جگہ خیبر تھی خیبر کا لفظی مطلب قلعہ ہے۔ خیبر مدینے سے تقریباً ۲۰۰ میل کے فاصلے پر ہے۔ مدینے سے نکالے جانے والے قبائل خیبر میں آباد ہو گئے تھے۔ اس طرح یہ علاقہ مخالفین کا گڑھ بن گیا تھا۔ مدینے کے منافقین ان کو مسلمانوں کی خبریں پہنچاتے رہتے۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی نے کہلا بھیجا کہ مسلمان خیبر پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ جس سے اُن میں غصہ پھیل گیا۔ اور شرارتوں میں اضافہ ہو گیا۔ محرم ۷ھ میں یہ دردناک واقعہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے جانوروں کی چراگاہ ذی قرد پر قبیلہ غطفان کے چند آدمیوں نے حملہ کر دیا۔ بیس اُونٹ پکڑ کر لے گئے حضرت ابوذرؓ کے بیٹے کو جو اُس کے رکھوالے تھے قتل کر دیا اور اُن کی بیوی کو گرفتار کر کے لے گئے۔ حضرت سلمہ بن اکوعؓ نے جوابی حملہ کر کے جانور چھڑا لئے (بخاری و مسلم)

اس واقعے کے صرف تین دن بعد خیبر کا واقعہ ہوا۔ آپؐ نے جوابی کارروائی

کی مسلمان فوج میں ۱۶۰۰ اسپاہی تھے جن میں ۲۰۰ کے پاس سواریاں تھیں۔
آپؐ کی بیگم حضرت اُم سلمہؓ بھی ساتھ تھیں۔ آپؐ محرم ۷ھ میں مدینے سے روانہ ہوئے۔

بچہ ۔ مدینہ میں امیر کن کو مقرر فرمایا۔

ماں ۔ مدینہ کے امیر حضرت سباع بن عرفط غفاریؓ کو مقرر فرمایا۔ فوج کی روانگی کے وقت تین اصحاب کو جھنڈا عطا فرمایا۔ راستے میں حضرت عامرؓ بن اکوع نے اپنے شعر سنائے جن سے بہادری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے فوج میں چند خواتین بھی تھیں۔ آپؐ نے اپنی فوج کا پڑاؤ رجیع مقام پر کیا جو غطفان اور خیبر کے درمیان ہے۔ اس حکمتِ عملی سے غطفان والے خیبر والوں کی مدد کو نہ پہنچ سکے۔ نماز عصر مقام صہبا میں ادا کی۔ یہیں کھانا بھی کھایا جو پانی میں گھلے ہوئے ستوؤں پر مشتمل تھا۔ رات کے وقت خیبر پہنچے مگر آپؐ رات کو حملہ نہیں کیا کرتے تھے۔ صبح ہوئی تو جنگ شروع ہوئی سب سے زیادہ مزاحمت قلعہ قموص پر ہوئی جہاں مرحب ایک بہادر سپہ سالار لڑ رہا تھا۔ بہت سے معزز صحابہؓ بہادری سے لڑے مگر کامیابی نہ ہوئی ایک دن شام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"کل میں اُس شخص کو عَلَم دوں گا جس کے ہاتھ پر خدا فتح دے گا اور جو خدا اور خدا کے رسولؐ کو چاہتا ہے اور خدا اور خدا کا رسولؐ بھی اُس کو چاہتے ہیں" (صحیح بخاری)

بچہ ۔ سب کا حال ایسا ہوا ہوگا جیسے صبح نتیجہ آنا ہو کہ کون فرسٹ آتا ہے۔

ماں ۔ بالکل یہی حال تھا سب دُعائیں کر رہے تھے کہ کس کو یہ سعادت ملتی ہے۔ صبح ہوئی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بلایا حضرت علیؓ کی طرف کسی کا دھیان ہی نہیں گیا تھا۔ کیونکہ اُن کی آنکھیں دُکھنے آئی ہوئی تھیں وہ جنگ پر نہیں جا سکتے تھے مگر آپؐ نے اپنا لعابِ دہن حضرت علیؓ کی آنکھوں پر لگا کر دُعا کی اور جھنڈا تھما دیا۔ اور ارشاد فرمایا: "نرمی کے ساتھ اسلام کا پیغام دینا۔ اگر ایک شخص بھی تمہاری ہدایت سے اسلام لے آئے تو سرخ اُونٹوں سے بہتر ہے"۔ (صحیح بخاری)

مرحب اور حضرت علیؓ کی لڑائی میں مرحب مارا گیا۔ بیس دن کے محاصرے کے بعد قلعہ قموص فتح ہوا۔ حضرت علیؓ فاتحِ خیبر کہلائے۔ ۹۳ یہود جن میں زیادہ تر اُن کے سردار شامل تھے مارے گئے۔ ۱۵ مسلمان شہید ہوئے۔ لڑائی کے بعد قیدیوں میں یہود قبائل کے سردار کی عالی مرتبہ بیوہ صفیہ بھی تھیں جن کا باپ بھی قتل ہو چکا تھا۔ آپؐ نے اُن کی خاندانی عزت کی وجہ سے اُنہیں آزاد کر دیا پھر اختیار دیا کہ اپنے گھر چلی جائیں یا آپؐ کے نکاح میں آنا قبول کریں

(مسند احمد بن حنبل جلد ۳ صفحہ ۱۳۸ مصر)

حضرت صفیہؓ نے ایک دفعہ ایک خواب دیکھا تھا کہ ایک چاند اُن کی گود میں آ گیا ہے۔ اُن کے شوہر کنانہ نے کہا کہ تو حجاز کے بادشاہ محمد کے پاس جانا چاہتی ہے اس کے ساتھ ہی زور کا تھپڑ مارا جس کا نشان

اُن کے چہرے پر رہا۔

بچہ ۔ نکاح مدینہ آکر ہوا تھا۔

ماں ۔ نہیں آپؐ ابھی خیبر ہی میں خیموں میں مقیم تھے۔ یہاں ایک ایسا واقعہ ہوا جس سے آپؐ کے تحمل کا پتہ چلتا ہے۔ ایک یہودی خاتون نے جو مرحب کی بھابھی تھی۔ آپؐ اور چند صحابہؓ کی کھانے کی دعوت کی۔ آپؐ نے قبول فرمالی۔ اُس بدبخت خاتون نے کھانے میں زہر ملا دیا۔ آپؐ نے تو خدا تعالیٰ سے علم پاکر ایک لقمہ کے بعد ہاتھ روک لیا لیکن حضرت بشیر بن براءؓ نے پیٹ بھر کر کھایا تھا وہ بعد میں فوت ہو گئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خاطر اُس خاتون کو کوئی سزا نہ دی حالانکہ اُس نے اعترافِ جرم کر لیا تھا۔

بچہ ۔ ہمارے پیارے آقاؐ کو اللہ پاک نے بہت بڑا دل دیا تھا۔

ماں ۔ ہمیں بھی پیارے آقاؐ کی طرح غصہ اور انتقام سے بچنا چاہیئے اور معاف کرنے کی عادت ڈالنی چاہیئے۔ اب دیکھئے نا مکہ جانے کی آپؐ اور صحابہؓ کی کتنی خواہش تھی مگر جب قریش مکہ نے روکا تو نہیں گئے تاکہ جھگڑا نہ ہو۔

بچہ ۔ انہوں نے یہ بھی تو کہا تھا اگلے سال آپ آسکتے ہیں۔

ماں ۔ جی ہاں اگلے سال یعنی ذی قعدہ ۷ھ فروری ۶۲۹ئہ میں غزوہ خیبر کے بعد واقعہ حدیبیہ میں شریک صحابہؓ اور اُن کے علاوہ بھی تقریباً دو ہزار صحابہؓ کے ساتھ مکہ تشریف لے گئے۔ بیت اللہ کے قریب پہنچ کر فرمایا کندھوں کو کھول دو احرام کا کپڑا بغل کے نیچے سے نکال کر گردن کے

گرد لپیٹ لو اور مستعدی سے دوڑتے ہوئے خانہ کعبہ کا طواف کرو تاکہ مشرکین پر مسلمانوں کی قوت، شوکت اور جفاکشی کا اثر پڑے، آپؐ نے صرف تین دن مکہ میں قیام فرمایا اسی عرصے میں حضرت میمونہ رضؓ سے آپؐ کا نکاح ہوا۔

اب میں آپ کو ایک اور جنگ کے بارے میں بتاتی ہوں۔

بچہ ۔ قریش مکہ سے معاہدہ ہو گیا۔ یہودیوں کو شکست ہو گئی۔ اب کس سے جنگ باقی ہے۔

ماں ۔ جہاں اسلام کا پیغام پہنچتا تھا وہاں مخالفت بھی ہوتی تھی۔ اسلام کے پیغام کے دائرے کے ساتھ مخالفت کا دائرہ بھی پھیلتا گیا اور دُور دُور کے علاقوں میں شرارتیں ہونے لگیں۔ پھر آپؐ نے جو تبلیغی خطوط لکھے تھے اُن کا ردِ عمل بھی ہوا۔ ایک خط عرب اور شام کے علاقوں کے حاکم شرجبیل بن عمرو کو لکھا تھا جو قیصرِ روم کے ماتحت تھا۔ یہ خط حضرت حارث بن عمیر رضؓ لے کر گئے تھے۔ شرجبیل نے اُن کو قتل کرا دیا تھا۔ آپؐ نے قصاص کے لئے یعنی خون کا بدلہ لینے کے لئے ایک فوج تیار کی جس میں تین ہزار مجاہد تھے۔ اس فوج کا سپہ سالار حضرت زیدؓ بن حارثہ کو مقرر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر وہ شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر طیارؓ کمان سنبھال لیں اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو حضرت عبداللہ رضؓ بن رواحہ فوج کی قیادت کریں۔ آپؐ نے ہمیشہ کی طرح یہ ہدایت بھی دی کہ پہلے اسلام کا پیغام دینا۔ اگر پیغام قبول کر لیں تو جنگ نہ کرنا۔ جب فوج روانہ ہوئی تو آپؐ کافی دُور تک

فوج کے ساتھ ساتھ تشریف لے گئے اُدھر شرجیل نے خبر پاکر ایک لاکھ سپاہیوں کی فوج تیار کر لی۔ اُن کی مدد کے لئے روم کا بادشاہ ہرقل بھی فوج لے کر آگیا۔ اتنی بڑی زبردست طاقتور فوج کے سامنے تین ہزار جانثار مسلمان بے جگری سے لڑے۔ تینوں سپہ سالار ایک کے بعد ایک شہید ہوئے۔

اُن کے بعد کمان حضرت خالدؓ بن ولید نے سنبھالی اور "فتح یا شہادت" حاصل کرنے کے لئے پُرجوش تقریر کی۔ مسلمانوں نے زبردست جذبے سے مقابلہ کیا۔ مگر اتنی بڑی فوج سے بچ کر آجانا ہی بڑی حکمت عملی اور کامیابی تھی چنانچہ یہ لوگ واپس آگئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو شہید ہونے والوں سے بہت محبت تھی آپ کو دلی دُکھ ہوا جب حضرت زیدؓ بن حارثہ کی صاحبزادی آپ سے لپٹ کر رونے لگیں تو آپؐ بھی رو پڑے حتّیٰ کہ شدتِ غم سے آپ کی سسکی نکل گئی اس پر حضرت سعد بن عبادہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا "یہ ایک حبیب کا اپنے محبوب کے لئے اظہار محبت ہے۔"

(طبقات الکبریٰ ابن سعد جلد ۳ صـ۴۶)

یہ جنگ جمادی الاوّل ۸ھ مطابق جنوری ۶۳۰ء میں ہوئی۔ اب میں آپ کو فتح مکہ کا حال سناتی ہوں۔

بچہ - حدیبیہ والا معاہدہ کیا ہوا؟

ماں - یہ ٹھیک ہے کہ صلح حدیبیہ کی وجہ سے جنگ نہیں ہو سکتی تھی مگر اللہ تعالیٰ اب اپنے محبوب نبی کو واپس مکّہ میں لانے اور خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک صاف

کرنے کا فیصلہ فرما چکا تھا ہوا یوں کہ قبیلہ بنو بکر جو قریش مکہ کا حامی تھا اور قبیلہ خزاعہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا آپس میں لڑ پڑے۔ قریش نے پہلے وعدہ خلافی کی اور بنو بکر کی مدد کی اس پر بنو خزاعہ نے مسلمانوں کو مدد کے لئے پکارا۔ آپؐ نے قریش کے پاس قاصد بھیجا کہ معاہدہ کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ اس پر انہوں نے معاہدہ توڑنے کا اعلان کر دیا۔

بچہ ۔ ابھی تو معاہدے کو دو ہی سال ہوئے تھے۔

ماں ۔ معاہدہ قائم رہ بھی نہیں سکتا تھا قریش بار بار بد عہدی اور چالاکی کرتے تھے۔ اب علی الاعلان معاہدہ توڑنے سے کوئی روک باقی نہ رہی تو آپؐ نے خاموشی سے مکہ فتح کرنے کے لئے لشکر تیار کرنا شروع کیا۔ آپؐ کا منصوبہ تھا کہ رازداری سے کام ہو۔ آپؐ نے دعا بھی کی کہ ”اے اللہ مخبروں اور خبروں کو اہل مکہ سے روک دے تاکہ ان کو ہمارے پہنچنے کی بالکل خبر نہ ہو۔“ (ابن ہشام صٓ۲۶۵) آپؐ نے اپنے پروگرام سے گھر والوں کو بھی آگاہ نہیں کیا تھا جب حضرت عائشہؓ آپ کا سامان تیار کر رہی تھیں تو اُن کے ابا جان حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا ”بیٹی رسول اللہؐ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں“؟ تو اُن کو جواب ملا ”یہ تو آپؐ نے نہیں بتایا“۔ اللہ پاک ہمیشہ آپؐ کے ارادوں کو پورا کرنے کے سامان فرماتا تھا۔ مزے کا واقعہ سنو۔ ایک صحابی حضرت حاطبؓ کے رشتہ دار مکہ میں تھے۔ انہوں نے سوچا مکہ تو فتح ہو ہی جانا ہے چلو ذرا قریش مکہ پر احسان کر دیں کہ اطلاع پہنچا دیں تاکہ وہ اس کارِ خیر کا لحاظ رکھ کے اُن کے رشتہ داروں سے اچھا سلوک کریں۔ ایک خط

لکھا اور ایک عورت کو دیا کہ کسی طرح چھپ چھپا کر چوری چوری نکل جائے اور مکہ والوں کو پہنچا دے۔ اس اسکیم میں صرف دو ہی افراد شامل تھے مگر اللہ پاک تو ہر چیز دیکھتا ہے اُس پاک ذات نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کو سب کچھ بتا دیا۔ آپؐ نے حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ بن العوام کو فرمایا جا کر اُس عورت سے خط نکلوا لاؤ۔ بڑی مشکل سے خط ملا۔ اُس عورت نے بالوں میں رکھ کر جُوڑا بنا لیا ہوا تھا۔

بچہ ۔ اتنے بڑے جرم پہ حاطب کو کیا سزا ملی۔

ماں ۔ سارے جہانوں کے لئے رحمت و شفقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے انہیں معاف کر دیا اس لئے کہ وہ جنگِ بدر میں شریک ہوئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے جنگِ بدر میں شریک ہونے والوں سے معافی کا وعدہ کیا تھا۔ اچھا تو اب لشکر کی روانگی کی طرف آتے ہیں۔ ۱۰ رمضان المبارک ۸ھ (دسمبر ۶۲۹ء) دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ آپؐ مدینے کے لئے روانہ ہوئے۔ حضرت عیسیٰؑ نے بہت پہلے پیشگوئی کی تھی کہ "وہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔" (استثنا باب ۳۳ آیت ۲)

یعنی جب سب سے بڑا نبیؐ تشریف لائے گا تو اس کے ساتھ دس ہزار پاک متقی لوگ ہوں گے۔ یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔

بچہ ۔ مدینہ کا امیر کن کو مقرر فرمایا۔

ماں ۔ مدینہ کا امیر ابو رہم کلثومؓ بن حصین کو مقرر فرمایا۔ راز داری کا یہ عالم تھا کہ آپ کے چچا حضرت عباسؓ کو بھی علم نہیں تھا کہ حضورؐ تشریف لا رہے ہیں۔

انہوں نے اسلام قبول کیا اور اپنے بیوی بچوں کے ساتھ مدینہ کی طرف چل پڑے۔ راستے میں آپؐ سے ملاقات ہوئی۔ آپؐ نے ان کو بھی ساتھ لے لیا اور اہل خاندان کو مدینے بھجوا دیا جب یہ لشکر مکہ کے قریب مرالظہران پہنچا تو آپ نے پڑاؤ کا ارشاد فرمایا۔ صحابہؓ کو بہت سی ٹکڑیوں میں تقسیم کیا۔ اور فرمایا کہ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر آگ روشن کر دیں۔ قریش کو لشکر کی آمد کی خبر ملی تو چند افراد کو حالات کا جائزہ لینے کے لئے بھیجا وہ تو حیران پریشان ہو گئے۔ اتنا بڑا لشکر کہاں سے آگیا۔ آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ کو ابوسفیان ملا۔ یہ اسلام کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ حضرت عباسؓ اسے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے۔ آپؐ نے اُس سے نرمی کا برتاؤ کیا۔ اتنی شفقت دیکھ کر ابوسفیانؓ اسلام لے آیا۔ آپؐ نے فرمایا سردارِ قریش کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر لشکر اسلام کا نظارہ کراؤ۔ ابوسفیانؓ بے حد مرعوب ہو گئے اور واپس مکہ جا کر کہا کہ ہمارے لئے اتنے بڑے مسلح لشکر کا مقابلہ ممکن نہیں ہو گا۔ انہوں نے مزاحمت نہ کی۔ اس طرح یہ لشکر اسلام بغیر مقابلے کے، بغیر خون بہائے مکہ کی مقدس وادی میں داخل ہوا۔ آپؐ خانہ کعبہ میں تشریف لائے۔ سواری پر سات دفعہ طواف کیا پھر حدودِ حرم میں رکھے ہوئے تین سو ساٹھ بتوں میں سے ایک ایک کو چھڑی سے ٹھوکر دیتے اور قرآنی آیت پڑھتے۔

جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝

حق آگیا اور باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے ہی کی چیز تھی ۔
کعبہ کے اندر سے بھی بُت ہٹوائے اُس کی دیواروں پر جو تصویریں بنی تھیں مٹوا دیں پھر آپؐ حضرت بلالؓ اور حضرت طلحہؓ کے ساتھ کعبہ کے اندر داخل ہوئے نفل ادا کئے پھر حرم کے صحن میں کھڑے ہو کر فرمایا۔

" ایک خدا کے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے ۔ اُس کا کوئی شریک نہیں ہے ۔ اُس نے اپنا وعدہ سچا کیا ۔ اُس نے اپنے بندے کی مدد کی اور اُس ایک نے تمام جتھوں کو توڑ دیا ۔ "

پھر آپؐ نے زمانہ جاہلیت کی بدرسموں کو ختم کرنے کا اعلان فرمایا اور فرمایا کہ سب انسان برابر ہیں ۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک بہتر وہ ہے جو زیادہ متقی یعنی خدا سے ڈرنے والا اور خدا سے محبت کرنے والا ہو گا۔

بچہ ۔ مکہ کے مخالفین سخت خوفزدہ ہوں گے کہ اب زندگی بھر کی گستاخیوں کی سزا ملے گی ۔

ماں ۔ جی بچے وہ خوفزدہ تھے مگر یہ بھی جانتے تھے کہ آپؐ بے حد رحم کرنے والے ہیں ۔ قریش مکہ کے مظالم تو ہمیں یاد ہیں اب دیکھیں آپ کا پیارا اخلاق کیا تھا آپؐ نے فرمایا ۔

لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ

جاؤ تم سے کوئی باز پرس نہیں ہو گی تم سب آزاد ہو ۔

اس عام معافی سے اہلِ مکہ کے دل پر اتنا اثر ہوا کہ گروپ کے گروپ آ کر اسلام قبول کرنے لگے ۔ آپؐ صفا میں ایک بلند جگہ پر تشریف فرما تھے

پہلے مردوں نے بیعت کی پھر چند عورتوں نے بھی بیعت کی۔ قریش کے اہم لوگوں میں ابو قحافہ، ابو سفیان، حکیم بن حزام، صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابوجہل ایمان لے آئے۔ مکہ کے کئی لوگ فتح مکہ کے بعد بھی کفر پر قائم رہے۔ اُن کے نصیب میں ہدایت نہیں تھی۔

بچہ ۔ عکرمہ ابوجہل کا بیٹا تھا؟ ان کا مسلمان ہونا تو بہت بڑی بات ہے۔

ماں ۔ جی بچے۔ حضرت عکرمہؓ سردار کفار کے بیٹے تھے اللہ پاک نے دنیا کو دکھانا تھا کہ سچائی کی فتح ہوتی ہے۔ کبھی وہ دشمنِ دین کو جان سے ختم کر دیتا ہے اور کبھی دشمنِ دین کی اولاد کو لا کر اپنے رسولؐ کے قدموں میں ڈال دیتا ہے ہوا یوں کہ جب مکہ فتح ہوا تو عکرمہ کو بے حد صدمہ ہوا۔ مسلمانوں کی فتح دیکھنا مشکل تھا یمن کی طرف بھاگ گیا۔ اُس کی بیوی اُم حکیم نے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عکرمہ کے لئے معافی حاصل کر لی اور ساحل سے سفر کے لئے تیار کشتی میں سوار عکرمہ کو اُتار لیا۔ عکرمہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا حضور کیا آپؐ نے مجھے معاف کر دیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا "ہاں"۔

عکرمہ نے کہا جو شخص میرے جیسے دُشمن کو معاف کر سکتا ہے وہ کبھی جھوٹا نہیں ہو سکتا اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ اور ایسے پکے جانثار مسلمان کہ پھر اُسی بہادری سے اسلام کی طرف سے لڑا کرتے تھے۔

بچہ ۔ کیا فتح مکہ کے بعد بھی کوئی لڑائیاں ہوئیں۔

ماں ۔ عرب جنگجو قسم کے لوگ تھے۔ انتقام لینا اور اپنی بڑائی کا رعب ڈالنا ان

کی عادتوں میں شامل تھا۔ مکہ میں فتح ہوئی تو مکہ اور طائف کے درمیان وادی حنین کے قبیلہ ثقیف اور ہوازن کے لوگوں نے یہ سوچ کر کہ اگر مسلمانوں کا دبدبہ بڑھتا رہا تو بڑے فکر کی بات ہے اُن کا زور توڑنا چاہیئے۔ فوج جمع کرنی شروع کر دی۔ آپؐ کو علم ہوا تو مسلمانوں کی بارہ ہزار فوج لے کر حنین کی طرف کا رُخ کیا۔ مسلمان سمجھ رہے تھے اب ہم پر کون غالب آسکتا ہے اللہ پاک نے یہ سبق دینا تھا کہ فتح اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہوتی ہے تعداد میں زیادہ ہونے سے نہیں۔ لڑائی شروع ہوئی تو مخالفین کی زبردست نیزہ بازی سے مسلمان بکھر گئے۔ آپؐ نے مسلمان فوج کو پھر سے جمع کیا اور اللہ تعالیٰ سے بہت دُعا کی۔ ایک ہی ہلّے میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوگئی۔ ستّر کفار مارے گئے بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ لگا۔ دُشمن شکست کھا کر قریبی علاقوں طائف، اوطاس اور نخلہ کی طرف بھاگ گئے ان کا زور توڑنا ضروری تھا چنانچہ مسلمان دستوں نے ان کا پیچھا کر کے شکست دی اور یہ علاقے بھی فتح ہو گئے۔ آپؐ اپنی فوج کو ہدایات فرماتے تھے کہ عورتوں بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کیا جائے۔ مالِ غنیمت کی تقسیم اس طرح ہوتی کہ پانچواں حصّہ بیت المال کے لئے نکالا جاتا باقی مال سپاہیوں میں تقسیم کر دیا جاتا۔ مالِ غنیمت کی تقسیم مقام جعرانہ میں ہوئی۔ وہیں قبائل ہوازن کی طرف سے کچھ لوگ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

بچہ ۔ یہ نام پہلے بھی سُنا ہے۔

ماں ۔ جی ہاں آپؐ کی دایہ حلیمہ قبیلہ ہوازن سے تعلق رکھتی تھیں۔ اُن لوگوں نے

آکر اسی واسطے سے معافی مانگی۔ آپؐ نے اپنے اور بنو عبدالمطلب کے حِصّے کے قیدیوں کو معافی دے دی اس پر سب مہاجرین والنصار نے اپنے قیدیوں کو بھی آزاد کر دیا۔ قیدیوں کی تعداد چھ ہزار تھی۔

بچہ ۔ آپؐ کو اپنی رضاعی والدہ کا کتنا لحاظ تھا۔ سبحان اللہ

ماں ۔ اللہ پاک نے آپؐ کو معاف کرنے والا دل دیا تھا۔ ان قیدیوں میں آپ کی رضاعی بہن شیما بھی تھیں۔ اُس نے بتایا کہ میں آپؐ کی رضاعی بہن شیما ہوں۔ مگر اتنا زمانہ گذرنے کی وجہ سے آپؐ انہیں پہچان نہ پائے۔ شیماء نے بتایا کہ آپؐ نے مجھے کندھے پر کاٹا تھا اُس کا نشان ابھی تک ہے آپؐ کو یاد آگیا آپؐ نے بڑی عزت سے بٹھایا اور اپنی طرف سے بہت سا روپیہ، ایک لونڈی اور ایک غلام تحفے میں دے کر رخصت کیا۔

(سیرۃ النبیؐ شبلی نعمانی صـ۵۴۱، طبقات ابن سعد واصابہ وطبری جلد ۲)

بچہ ۔ آپ نے بتایا کہ شیما کو اپنی طرف سے تحفے دیئے اور جو اتنا مالِ غنیمت تقسیم ہو رہا تھا اُس میں سے نہیں دیا۔

ماں ۔ مالِ غنیمت تو اُن کو ملتا تھا جن کا حق ہوتا تھا۔ شیما سے تو آپؐ اپنی ذات کی طرف سے حُسنِ سلوک کرنا چاہتے تھے۔ مالِ غنیمت کی تقسیم میں آپؐ نے اتنی ایمان داری کا سبق دیا کہ کوئی ایک سوئی بھی بغیر اجازت اور بغیر حق کے نہیں لے سکتا تھا۔ ہاں آپؐ نئے مسلمان ہونے والوں سے محبت کے اظہار میں مالِ غنیمت میں سے عطا فرماتے تھے۔ مقام جعرانہ میں مال کی تقسیم کے بعد کچھ انصاری نوجوانوں نے باتیں کیں

کہ اپنے رشتہ دار قریشی سرداروں کو زیادہ مال عطا فرمایا ہے۔ آپؐ کو علم ہوا تو انصارؓ کو ایک احاطہ میں جمع کروایا ایک مختصر سی تقریر فرمائی، جس میں انصار پر اللہ تعالیٰ کے احسانات کا ذکر فرمایا ہے کہ پہلے کس حال میں تھے پھر اللہ پاک نے ہدایت سے نوازا مال و دولت عطا فرمایا۔ اتحاد کی طاقت عطا فرمائی۔ رسول اللہؐ کی تائید، تصدیق اور حمایت کی توفیق دی پھر فرمایا۔

"اے انصار کیا تم دُنیا کی حقیر شے کے لئے رنجیدہ اور غمگین ہو۔ میں نے اُن لوگوں کو مال دیا ہے جن کو اسلام کی طرف راغب کرنا چاہتا تھا اور تمہیں اسلام کے سپرد کیا ہے۔ اے انصار کیا تم اس بات پر راضی نہیں کوئی اُونٹ لے جائے کوئی بکری لے جائے اور تم رسول اللہ کو ساتھ لے جاؤ۔"

پھر آپؐ نے انصار کو محبت بھری دُعائیں دیں وہ ندامت اور محبت میں اس طرح رو رہے تھے کہ داڑھیاں گیلی ہوگئیں اور وہ کہہ رہے تھے۔

"ہم رسولِ خداؐ کی تقسیم پر دل و جان سے راضی ہیں۔"

بچہ ۔ پیارے آقاؐ نے کس طرح اُن کو خوش کر دیا۔ سبحان اللہ۔

ماں ۔ ۹ھ میں ایک اور جنگ ہوئی۔ جنگِ مؤتہ کا بدلہ لینے کے لئے عرب کے عیسائیوں نے چالیس ہزار کا لشکر تیار کیا جس کی اطلاع پاکر آپؐ نے بھی مسلمانوں کو تیاری کا حکم دیا سخت گرمی کا موسم تھا ابھی غلّہ اور پھل تیار نہ ہوئے تھے۔ مالی تنگی بھی تھی لشکر کی تیاری پر بڑا خرچ ہوتا ہے

آپؐ نے جانی اور مالی دونوں طرح کی قربانی کی اپیل کی جس پر صحابہؓ نے
اپنی توفیق کے مطابق حصّہ لیا سب سے زیادہ مالی قربانی حضرت عثمان غنیؓ
نے کی سو اونٹ، پچاس گھوڑے اور ایک ہزار سونے کے دینار دیئے
آپؐ نے خوشی کا اظہار فرمایا اور دُعا دی۔ "اے اللہ میں عثمانؓ سے راضی
ہوں تو بھی راضی ہو جا۔" اسی موقع کا وہ مشہور واقعہ ہے کہ حضرت
عمرؓ اپنے مال کا نصف لے آئے اور آپؐ کے قدموں میں پیش کر دیا
اور سمجھے کہ اب ابوبکرؓ کیسے آگے بڑھ سکیں گے۔

بچہ ۔ حضرت ابوبکرؓ تو اپنا سارا مال لے آئے تھے۔

ماں ۔ جی ہاں اللہ پاک نے اُن کو بڑا دل دیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا "ابوبکر
اپنے گھر والوں کے لئے بھی کچھ چھوڑا ہے۔"
حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ "اُن کے لئے اللہ اور اللہ کا رسول کافی ہے"
اس طرح تیس ہزار کا لشکر تیار ہوا۔ آپؐ اپنے لشکر کے ساتھ چودہ
دن سفر کر کے تبوک پہنچے وہاں بیس دن ٹھہرے مگر دشمن سامنے ہی
نہ آیا اور آپ واپس تشریف لے آئے۔

بچہ ۔ آپ نے یہ بتایا ہی نہیں کہ اس عرصے کے لئے کس کو امیر مقرر فرمایا۔

ماں ۔ اس موقع پر اپنی غیر حاضری میں آپؐ نے حضرت علیؓ کو امیر مقرر فرمایا۔
منافق لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ آپؐ کے نزدیک حضرت علیؓ کی
کوئی قدر نہیں اس لئے پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ حضرت علیؓ کو علم ہوا تو
بھاگے بھاگے رسول اللہؐ کے پاس گئے اور سارا ماجرا بیان کیا۔ آپؐ نے

فرمایا۔ "علی یہ لوگ جھوٹے ہیں میں نے تمہیں گھر بار کی حفاظت کے لئے چھوڑا ہے۔ اَنْتَ مِنِّیْ بمنزلۃ ھارون من موسیٰ۔ تم مجھے ایسے ہی ہو جیسے موسیٰؑ کے لئے ہارونؑ مگر فرق یہ ہے کہ تم نبی نہیں ہو۔"

حضرت علیؓ خوش خوش واپس آ گئے۔ تبوک کے قیام کے دوران ایک ملک ریلہ کا بادشاہ یمنہ' بن روبہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جزیہ دینا قبول کر لیا۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے صلح کر لی اور ایک تحریر بھی ضمانت کے طور پر لکھ کر دی۔ بنی کِندہ کے بادشاہ اکَیدر کی طرف حضرت خالد بن ولیدؓ کو بھیجا۔ اُسے شکست ہوئی اکیدر کا بھائی حسان مارا گیا اُس کا سرپوش پر اتنا قیمتی کپڑا اور سونا لگا ہوا تھا کہ جب وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا گیا تو صحابہؓ حیران ہو کر دیکھنے لگے آپؐ نے فرمایا۔

"قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے جنت میں سعد بن معاذؓ کے رومال اس سے بہتر ہیں۔" (ابن ہشام صـ۳۲۶)

آپؐ نے اُکیدر سے بھی جزیہ لینا قبول کر کے صلح کر لی۔

بچہ ۔ اس طرح کافی علاقے کے لوگ مسلمان ہو گئے یا مسلمانوں کے ماتحت ہو گئے۔

ماں ۔ بات دراصل یہ ہے کہ اِرد گرد کے لوگ قریشِ مکہ سے اُن کے رُعب اور کعبہ کے مالک ہونے کی وجہ سے خوفزدہ رہتے تھے۔ اب فتحِ مکہ کے بعد اُن کا اثر اور رعب جاتا رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین

اسلام کی مقبولیت بڑھتی گئی ۔ بہت بڑے با اثر قبیلے بنو ثقیف کے لوگ
جو لاتؑ بُت کے ماننے والے تھے مسلمان ہو گئے آپؐ کے حکم سے ابوسفیان
بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ نے لاتؑ کا بُت خانہ گرا دیا اس طرح ایک
وسیع علاقے میں اللہ کی پرستش ہونے لگی۔ ۹ھ کا آغاز تھا لوگ گروہوں
میں آتے اور اسلام لاتے اور کبھی فوجوں کی فوجیں آتیں اور اسلام قبول
کرتیں۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو رہا تھا۔

اِذَا جَآءَ نصرُ اللّٰہِ وَالفَتحُ

اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتوحات حاصل ہو رہی تھیں۔ بنی تمیم بہت بڑی شان
وشوکت والا قبیلہ تھا وہ بھی آکر مسلمان ہوئے بنی بکر نے ایک شخص ضمام
بن ثعلبہ کو رسولِ کریمؐ کی خدمت میں بھیجا اُس نے آپؐ سے چند سوالات
پوچھے اور سچائی کو پہچان لیا کلمہ پڑھ کے اسلام قبول کیا واپس جا کر اپنی
قوم کو بتایا کہ لاتؑ اور عزیٰؑ جھوٹے ہیں۔ اللہ ایک ہے اور محمدؐ اُس کے
رسول ہیں۔ اُسی روز شام سے پہلے پہلے اُس کی تمام قوم مسلمان ہو گئی کوئی
مرد یا عورت باقی نہیں رہا۔ (ابن ہشام ص ۳۶۶)

بچہ ۔ اب تو شدید مخالفت کرنے والے بھی ماننے لگے تھے۔

ماں ۔ جی ہاں! اُن شدید مخالفت کرنے والوں میں ایک سخاوت میں مشہور
حاتم طائی کا بیٹا عدی بن حاتم تھا۔ آپؐ سے شدید نفرت کرتا تھا حتیٰ کہ
ایک دفعہ جب آپؐ کے لشکر کی آمد کا سُنا تو اپنا ساز و سامان لے کر شام
کی طرف روانہ ہو گیا بعد میں بنی طے مفتوح ہوئے جنگی قیدیوں میں عدی

کی بہن سفانہ بھی تھیں۔ یہ بڑی سمجھدار خاتون تھیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آزادی کی درخواست کی۔ آپؐ نے کپڑے کھانا اور سواری کے لئے اُونٹ دے کر قابلِ اعتبار لوگوں کے ساتھ شام روانہ کیا شام جاکر اُس نے اپنے بھائی سے آپؐ کے حُسنِ سلوک کی تعریف کی اور اصرار کیا کہ وہ آپؐ سے جاکر ملے عدی مدینے آئے اپنی آنکھوں سے آپؐ کے اوصاف کریمانہ دیکھے اور اسلام لے آئے۔

بچہ ۔ آپؐ کی باتیں ہی اتنی پیاری ہوتی ہیں۔

ماں ۔ آپؐ نے اپنے صحابیوں کی تربیت بھی ایسی کی تھی کہ انسانوں سے حسنِ سلوک کریں۔ جب ارد گرد کے علاقوں میں مسلمان گورنر بھیجے تو اُن کو ایسی پیاری نصیحتیں فرماتے جن سے انسانوں کی خدمت ہو مثلاً حضرت معاذ بن جبل کو یمن بھیجا تو نصیحت فرمائی۔

"لوگوں کے ساتھ نرمی کرنا سختی نہ کرنا۔ خوشی کی خبریں دینا۔ نفرت نہ دلانا تم ایسے اہل کتاب کے پاس جا رہے ہو جو تم سے پوچھیں گے جنت کی کنجی کیا ہے تم جواب دینا جنت کی کنجی صرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وحدہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ کی گواہی ہے۔"

(ابن ہشام ص۳۷۸)

حضرت خالد بن ولیدؓ کو بنو حرث کی طرف نجران روانہ کیا اور یہ ہدایت فرمائی کہ لڑنے سے پہلے اُنہیں تین بار اسلام کی دعوت دینا اگر قبول کر لیں تو بہتر، دوسری صورت میں جنگ کرنی پڑے گی۔ حضرت خالدؓ نے

آپؐ کے ارشاد کے مطابق دعوتِ اسلام دی وہ ایمان لے آئے ۔ حضرت خالدؓ انہیں قرآنِ پاک پڑھانے اور دین کی تعلیم دینے لگے ۔ اسی طرح آپؐ خیر اور بھلائی کے پیغام بھجواتے جن کو امراء مقرر فرماتے ان پر نظر بھی رکھتے تاکہ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر صحیح طریق سے عمل ہو۔

بچہ ۔ یہ کس سن ہجری کے واقعات ہیں ۔

ماں ۔ یہ ۱۰ھ کے واقعات ہیں ۔ اب میں آپ کو حج کے بارے میں بتاتی ہوں ۔ یہ آپؐ کی زندگی کا پہلا اور آخری حج تھا ۔ اس کو حجۃ الوداع، حجۃ الاسلام اور حجۃ البلاغ بھی کہتے ہیں ۔ ذی قعد کا مہینہ شروع ہوا تو حج کی تیاریاں شروع ہو گئیں ۔ پچیسویں ذی قعد کو حج کے لئے مدینہ سے روانہ ہوئے ۔

بچہ ۔ مدینہ میں امیر کس کو مقرر فرمایا ۔

ماں ۔ دو نام لئے جاتے ہیں ۔ ابو دجانہ ساعدی اور سباع بن عرفطہ غفاری اس حج میں آپؐ کے ساتھ ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمان تھے ۔ آپؐ کی ازواج مطہرات بھی ساتھ تھیں ۔ اس حج کی بڑی شان تھی ۔ ایک مقدس انسان جس کی مکہ کی وادیوں سے یہ آواز اُٹھی تھی کہ اللہ ایک ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اور محمدؐ اس کا رسول ہے ۔ آج شدید مخالفتوں کے باوجود ایک اللہ کے پرستاروں کے ساتھ حج ادا کر رہا تھا ۔ آپؐ کے دل کی کیا کیفیت ہو گی جبکہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی وفات کے قریب ہونے کے اشارے بھی مل چکے تھے ۔ آپ کو یاد ہو گا جب

سنہ ۹ ہجری میں حضرت ابو بکرؓ کی قیادت میں حج ہوا تو آپؐ کو وحی ہوئی تھی۔ اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَالۡفَتۡحُ

جب اللہ کی مدد اور کامل غلبہ نظر آ جائے گا اور تو (اس بات کے آثار دیکھ لے گا کہ اللہ کے دین میں لوگ فوج در فوج داخل ہوں گے

پس اُس وقت تو اپنے رب کی تعریف کے ساتھ (ساتھ) اس کی پاکیزگی (بھی) بیان کرنے میں مشغول ہو جائیو اور اس سے (اپنی قومی تربیت کی کوتاہیوں پر) پردہ ڈالنے کی دعا کیجیو وہ یقیناً اپنے بندے کی طرف رحمت کے ساتھ لوٹ لوٹ کر آنے والا ہے۔

اس سورۃ سے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ جس بڑے مقصد کے لئے آپؐ کو اللہ پاک نے دنیا میں بھیجا تھا وہ مکمل ہو چکا ہے پھر آپؐ کو یہ بھی وحی ہوئی اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ ..... (مائدہ ۴:) آج میں نے دین تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے۔ آپؐ نے اس موقع پر جو خطبہ ارشاد فرمایا اُس میں گویا کُل دنیا کو مخاطب فرما کر نصیحتیں فرمائیں۔ آپؐ اپنی اونٹنی نمرہ پر سوار تھے۔ آپؐ نے فرمایا۔

اے لوگو! میری باتوں کو غور سے سنو، کیونکہ میں نہیں جانتا کہ اس سال کے بعد پھر بھی اس موقع پر تم سے مل سکوں گا یا نہیں۔

اے لوگو! یاد رکھو جیسا یہ دن اور یہ مہینہ حرمت والا ہے۔ اسی طرح تمہاری جان و مال ایک دوسرے پر حرام ہیں۔ دیکھو امانتیں اُن کے مالکوں کے سپرد کرنی چاہئیں۔ یہ باتیں جو میں تمہیں کہہ رہا

ہوں تم میں سے ہر ایک شخص کا جو یہاں موجود ہے فرض ہے کہ وہ ان کو ان لوگوں تک پہنچائے جو یہاں موجود نہیں۔ یاد رکھو تم سے تمہارے اعمال کے متعلق پوچھا جائے گا۔ آج سود کی رقم ترک کی جاتی ہے اور وہ تمام خون جو جاہلیت میں ہو چکے ان کا قصاص معاف کیا جاتا ہے۔

اے لوگو! آج شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا کہ پھر کبھی اس کی پرستش اس زمین میں کی جائے۔

اے لوگو! عورتوں کا تم پر حق ہے جیسا کہ تمہارا عورتوں پر حق ہے اور وہ تمہارے ہاتھوں میں خدا تعالیٰ کی امانت ہیں۔ پس تم ان سے نیک سلوک کرو اور دیکھو غلاموں کا بھی خیال رکھو۔ جو خود کھاتے ہو اُن کو بھی کھلاؤ جو خود پہنتے ہو ان کو بھی پہناؤ۔

اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک تھا سنو کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں۔ نہ سرخ کو سیاہ پر اور نہ سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت ہے تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو متقی ہے۔ تم سب آدم کی اولاد ہو اور سب مٹی سے بنے ہو۔ "

پھر آپؐ نے فرمایا۔

اللہ پاک کو گواہ رکھ کر بتاؤ کہ کیا میں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پوری دنیا کو پہنچا دیا ہے۔

سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ "ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپؐ نے خدا کا پیغام پہنچا دیا۔" پھر آپؐ نے آسمان کی طرف انگلی اُٹھائی اور تین بار دہرایا۔ "اے خدا گواہ رہنا میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا ہے۔"

بچہ ۔ پھر آپؐ کتنا عرصہ مکہ ٹھہرے۔

ماں ۔ ذی الحج کے مہینے میں واپس تشریف لے آئے۔ مسلسل محنت اور تھکان سے محرم کے مہینے میں آپؐ کو بخار آگیا مگر کام جاری تھا اور ملاقاتیں بھی، نخع از یمن سے ایک وفد آپؐ سے ملنے کے لئے آیا یہ آخری وفد تھا جس نے آپؐ سے ملاقات کی۔ شام اور فلسطین کی سرحدوں سے گڑ بڑ کی اطلاعیں مل رہی تھیں۔ طبیعت ذرا سنبھلی تو ۲۶ صفر سنہ ۱۱ھ کو ایک لشکر حضرت اُسامہ بن زیدؓ کی سالاری میں اُن علاقوں کی طرف روانہ کیا۔ طبیعت خراب ہی تھی آپ جنت البقیع کے قبرستان تشریف لے گئے اور وہاں دفن ہونے والے مسلمانوں کے لئے دُعا کی پھر آپؐ مقام اُحد پر تشریف لے گئے اور شہدائے اُحد کے لئے دُعا کی۔ واپس تشریف لائے تو طبیعت زیادہ خراب ہو گئی۔ حضرت اُسامہؓ ابھی زیادہ دُور نہیں گئے تھے اطلاع ملنے پر وہیں ٹھہر گئے۔

بچہ ۔ ہمارے پیارے آقا بیماری میں کون سی بیگم کے گھر میں تھے۔

ماں ۔ پہلے تو باری باری سب کے گھر تشریف لے جاتے تھے مگر جب بیماری شدید ہو گئی تو سب بیگمات سے اجازت لے کر حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرے

میں تشریف لے آئے۔ جب آپؐ حضرت عائشہؓ کے حجرے میں تشریف لائے تو کمزوری کی وجہ سے اپنی ٹانگوں پر پورا بوجھ نہ ڈال سکتے تھے دو صحابہؓ کا سہارا لیا ہوا تھا۔ (بخاری و مسلم، ابوداؤد)

حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو اپنے پیارے ابا جان کی تکلیف سے بہت تکلیف تھی۔ آپؐ بھی اُن کو چھوڑ کر جانے کا غم محسوس فرما رہے تھے۔ اُس وقت باپ نے بیٹی سے ایسی باتیں کیں جن سے دونوں کو حوصلہ ہوا اور بیٹی آنے والے جُدائی کے دنوں کے لئے ذہنی طور پر تیار ہو جائے۔ حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے مجھ سے آہستہ سے ارشاد فرمایا "جبریل ہمیشہ ایک مرتبہ مجھ سے قرآن شریف کا دور کیا کرتے تھے لیکن اس سال دو مرتبہ کیا اور میں جانتا ہوں کہ یہ اس لئے ہوا ہے کہ میری وفات قریب ہی ہونے والی ہے۔ (بخاری۔ فضائل القرآن)

ایک دفعہ آپؐ نے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو بلایا اور آہستہ سے اُن کو کچھ کہا۔ حضرت فاطمہؓ رونے لگ گئیں پھر دوبارہ اپنے قریب بلا کر آہستہ سے کچھ فرمایا تو وہ ہنسنے لگیں۔ بعد میں حضرت فاطمہؓ سے پوچھا گیا کہ ایسی کیا بات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمائی تھی کہ پہلے آپؓ روئیں اور پھر آپ ہنسیں۔ آپؓ نے بتایا کہ پہلی دفعہ یہ فرمایا تھا کہ میں اس بیماری سے وفات پا جاؤں گا تو میں رونے لگی پھر آپؐ نے فرمایا میرے بعد اہل بیت میں سے سب سے پہلے تم مجھ سے آملو گی اس بات سے میں خوش ہو گئی۔

حضرت فاطمہ رضؓ اپنے پیارے باپ کی تکلیف سے بہت دکھ محسوس کر رہی تھیں۔ ایک دفعہ جب آپؐ بخار کی تیزی سے بے ہوش ہو گئے تو فاطمہ رضؓ کے منہ سے نکلا۔ "اُف میرے باپ کی تکلیف۔" آپؐ نے فرمایا تیرے باپ کو اس کے بعد تکلیف نہ ہو گی (بخاری شریف)

سات آٹھ دن تک بیماری کی حالت میں ہی نماز کی امامت فرماتے رہے مگر جب کمزوری زیادہ ہو گئی تو اُٹھنا مشکل ہو گیا، ایک دن مغرب کے وقت آپؐ نے حضرت ابو بکر رضؓ کو نماز پڑھانے کے لئے ارشاد فرمایا۔ حضرت ابو بکر رضؓ اور صحابہؓ اس نماز میں بہت روئے عشاء کے وقت بھی آپؐ کی طبیعت بہت زیادہ خراب تھی۔ صبح کی نماز کا وقت ہوا تو آپؐ سے اُٹھا نہ گیا حجرے کا پردہ اُٹھا کر دیکھا۔ حضرت ابو بکر رضؓ امامت فرما رہے تھے آپؐ کو اطمینان ہوا کہ نمازی مسلمان چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ آپؐ نے سر پر کپڑا باندھا ہوا تھا اسی طرح باہر تشریف لائے۔ حضرت ابو بکر رضؓ کو محسوس ہوا جیسے آپؐ تشریف لائے ہیں تو پیچھے ہٹنے لگے۔ آپؐ نے حضرت ابو بکر رضؓ کی پشت پر ہاتھ رکھ کر وہیں رہنے کا ارشاد فرمایا خود حضرت ابو بکر رضؓ کے پہلو میں بیٹھ گئے اور بیٹھ کر صبح کی نماز ادا فرمائی۔ نماز کے بعد تھوڑی دیر مسلمانوں سے باتیں کیں اور حجرے میں تشریف لے گئے۔ سب نے سمجھا کہ اب آپؐ بہتر ہو رہے ہیں اپنے اپنے کام سے نکل گئے۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں جب رسول اللہؐ مسجد سے واپس تشریف لائے۔ تو لیٹ گئے، آپؐ کا سر حضرت عائشہ رضؓ کے سینے پر تھا اور حضرت عائشہ رضؓ نے آپؐ کو

سہارا دیا ہوا تھا تاکہ آپؐ کو سانس لینے میں دشواری نہ ہو۔ آپؐ نے
حضرت عائشہؓ کے بھائی عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں مسواک دیکھی تو اشارے
سے طلب فرمائی منہ، دانت اچھی طرح صاف فرمائے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی
ہیں کہ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ آپؐ آہستہ آہستہ کوئی دُعا پڑھ رہے تھے
تو میں نے سنا آپ فرما رہے تھے اِلیٰ الرفیق الاعلیٰ الی الرفیق
الاعلیٰ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے
سنا کرتی تھی کہ آپؐ فرمایا کرتے تھے اللہ تعالیٰ ہر نبی کو اُن کے انتقال سے
پہلے دنیا میں رہنے یا جنت میں تشریف لے جانے کے بارے میں اختیار
دیتا ہے جب آپؐ کے منہ سے یہ جملہ سنا تو سمجھ گئی کہ آپؐ نے اپنے حقیقی
آقا کے حضور حاضر ہونے کو دنیا میں رہنے پر ترجیح دی ہے۔ آپؐ
اللھم فی الرفیق الاَعلیٰ کہتے ہوئے دوپہر کے قریب دوشنبہ
کے روز ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ مطابق ۲۶ مئی ۶۳۲ء اپنے رفیقِ اعلیٰ کے
حضور حاضر ہو گئے۔ انا لِلّٰہ وَ اِنا الیہ راجعون

اللھم صل علیٰ محمدٍ وَ علیٰ آلِ محمدٍ وَ بارِک وَ
سَلّم اِنَّکَ حمیدٌ مجید

صحابہ کرامؓ کو آپؐ کی وفات سے سخت صدمہ پہنچا۔ حتّٰی کہ حضرت عمرؓ تو
مانتے ہی نہیں تھے کہ رسول اللہؐ فوت ہو گئے ہیں۔
حضرت ابوبکرؓ حضرت عائشہؓ کے حجرے میں آئے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلّم کے مُنہ پر سے چادر ہٹا کر پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور کہا " اَنتَ

طبتَ حیاً و میتاً لن یجمع اللہ علیک المُوتتین اِلّا مُوتتک الاُولٰی۔ تو زندہ اور فوت شدہ دونوں حالتوں میں پاک ہے۔ خدا تعالیٰ آپ پر ہرگز دو موتیں جمع نہیں کرے گا مگر پہلی موت ...... پھر آپ رض نے اصحاب کرام رض کو مسجد نبوی میں جمع کیا اور حسنِ اتفاق سے اُس دن تمام صحابہ رض جو زندہ تھے مدینہ میں موجود تھے پس سب کو جمع کر کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے منبر پر چڑھ کر یہ آیت پڑھی

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ط (آل عمران: ۱۴۵)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم صرف نبی ہیں اور پہلے اس سے سب نبی فوت ہو چکے ہیں۔ پس کیا اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم فوت ہو جائیں یا قتل کئے جائیں تو تم لوگ دین کو چھوڑ دو گے

(براہین احمدیہ حصہ پنجم حاشیہ صد ۳۷۵، ۳۷۶)

كنتَ السَّوادَ لِناظِری فَعمِیَ عَلیکَ النَّاظِرُ
مَنْ شآءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعلَيْكَ كُنْتُ اُحاذِرُ

تو میری آنکھ کی پتلی تھا۔ تیری موت سے میری آنکھ اندھی ہو گئی اب تیرے بعد کوئی بھی مرتا ہے مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ کیونکہ میں تو تیری ہی موت سے ڈر رہا تھا۔

بچہ۔ امی میرا دل بہت کر رہا ہے کہ میں آنکھیں بند کروں تو آپ ؐ کو دیکھ سکوں

کہ آپؐ کیسے تھے۔

ماں۔ میں بتاتی ہوں۔ آپؐ کا قد درمیانہ تھا جو نہ بہت لمبا شمار ہوتا تھا نہ چھوٹا۔ آپؐ کا رنگ بہت خوبصورت تھا نہ تو بالکل سفید جیسے سرد ممالک کے لوگوں کا ہوتا ہے اور نہ گندمی۔ آپ کے بال نہ تو گھنگھریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے بلکہ کسی قدر خم دار تھے۔ آپ کے بالوں کا رنگ گہرا کالا نہیں تھا بلکہ کچھ سرخی مائل تھا۔ بڑھاپے میں کچھ بال کنپٹیوں کے پاس سفید ہو گئے تھے۔ بال آپؐ لمبے رکھتے تھے جو کانوں کی لو تک آتے تھے آپ ہمیشہ بالوں میں کنگھی کرتے آخری عمر میں مانگ بھی نکالتے تھے۔ سر میں تیل یا خوشبو لگانا بھی آپ کی عادت میں داخل تھا۔ آپؐ کا جسم بہت نازک اور ملائم تھا۔ آپؐ کے جسم سے خوشبو آتی۔ آپؐ کا سینہ چوڑا تھا اور دونوں کندھوں کے درمیان بہت فاصلہ تھا۔ آپؐ کے ہاتھ پاؤں موٹے تھے اور ہتھیلیاں بہت چوڑی تھیں۔ آپ سوتی کپڑے خاص طور پر دھاری دار کپڑے پسند فرماتے۔ آپؐ آہستہ آہستہ بات کرتے تبسم فرماتے تو دانت موتیوں کی طرح چمکدار نظر آتے۔

بچہ۔ اگر میں آپؐ کے متعلق بہت کچھ جاننا چاہوں تو کیا پڑھوں۔

ماں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نے فرمایا تھا کہ آپؐ کا اخلاق گویا قرآن کی تفسیر تھا۔ سب سے پہلے تو قرآنِ پاک اور اُس کی تفاسیر میں آپؐ کو تفصیل ملے گی پھر صحیح احادیث کی کتب میں سیرتِ مبارکہ کے واقعات

محفوظ ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے خدائی ہدایت کے تحت نئے انداز میں سیرتؐ کے پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ اُن کی کتب سے اقتباسات جمع کر کے علیحدہ بھی شائع ہو گئے ہیں۔ پھر حضرت مصلح موعود کی کُتب دیباچہ تفسیر القرآن، رحمۃ للعالمینؐ، سیرت خیر الرسلؐ، اسوہ حسنہ اور دنیا کا محسن ہیں۔ "سیرت حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلمؐ"۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد کی تصنیف ہے۔ دراصل اسی کتاب پر زیادہ تر انحصار کر کے آپ کے لئے یہ کتابیں مرتب کی گئی ہیں۔ محترم مولانا غلام باری سیف صاحب کی کتاب "محمدؐ" ہے۔ تاریخوں کے لئے میں نے محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب کی "عہد نبوی کا قمری شمسی کیلنڈر" سے استفادہ کیا ہے۔ ان کے علاوہ ابن ہشام، سیّد سلیمان ندوی اور علامہ شبلی کی مرتب کردہ کتب بھی عمدہ ہیں۔

بچہ ۔ اللہ پاک ہمیں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے راستے اپنی محبت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہم سے وہ کام کروالے جو آپؐ کی خوشنودی کا باعث ہوں۔ ہمیں اور ہماری نسلوں کو آپؐ کے بابرکت دامن سے وابستہ رکھے۔

آمین اللّٰھُمّ آمین یارب العالمین۔

ہم حضرت اقدس عاشق رسولؐ مرزا غلام احمد قادیانی بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے برکتوں بھرے انداز میں درود وسلام بھیجنے کی سعادت حاصل

کرتے ہیں۔ آپ نے ساری برکتیں اپنے آقا و مطاع سیّد الانبیاء ۔ افضل الرسل خیر المرسلین خاتم النبیّین محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلّم کی متابعت میں پائیں ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

ترجمہ۔ اے اللہ محمد رسول اللہؐ پر اور محمد رسول اللہؐ کی آل پر درود بھیج جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم پر اور حضرت ابراہیم کی آل پر درود بھیجا ہے۔ تو بہت ہی تعریف اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ محمد رسول اللہؐ پر اور محمد رسول اللہؐ کی آل پر برکات نازل فرما۔ جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم پر اور حضرت ابراہیم کی آل پر برکات نازل کیں۔ تو بہت ہی تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔ (مکتوبات احمدیہ جلد اوّل)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اے اللہ آنحضرتؐ پر اور آنحضرتؐ کی آل پر درود اور برکات اور سلام بھیج۔ تو بہت ہی تعریف والا اور بزرگی والا ہے ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ وَحَبِیْبِکَ سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَاَفْضَلِ الرُّسُلِ وَخَیْرِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ وَّاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

(براہین احمدیہ ۔ روحانی خزائن صفحہ ۲۴۶، ۲۴۷)

ترجمہ:۔ اے اللہ اپنے نبی اور اپنے محبوب اپنے تمام انبیاء کے سردار اور تمام رسولوں میں سے افضل اور تمام پیغمبروں کے برگزیدہ اور تمام انبیاء کے خاتم حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلّم پر اور آپؐ کی آل پر اور آپؐ کے صحابہ پر درود اور برکات اور سلام بھیج ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

(سرمہ چشم آریہ ۔ روحانی خزائن جلد۲ صفحہ ۲۵۰)

ترجمہ:۔ اے اللہ ہمارے سردار اور آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم پر اور آپ کی تمام آل اور اصحاب پر درود بھیج ۔

رَبِّ ..... صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی نَبِیِّکَ وَحَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَخَیْرِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہٖ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ وَاَصْحَابِہٖ عَمَائِدِ الْمِلَّةِ وَالدِّیْنِ وَعَلٰی جَمِیْعِ عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ

(سر الخلافہ صفحہ ۲)

اے میرے رب اپنے نبیؐ اور اپنے محبوب خاتم النبیین خیر المرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آپؐ کی آل طیبین طاہرین پر اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ پر جو ملت اور دین کے ستون ہوئے ہیں۔ اور اپنے تمام نیک بندوں پر درود اور سلام اور برکات بھیج۔

رَبِّ ..... صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ خَیْرِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ۔ وَھَبْ لَهٗ مَرَاتِبَ مَا وَھَبْتَ لِغَیْرِہٖ مِنَ النَّبِیِّیْنَ۔ رَبِّ اَعْطِهٖ مَا اَرَدْتَ اَنْ تُعْطِیَنِیْ مِنَ النَّعْمَاءِ ثُمَّ اغْفِرْلِیْ بِوَجْھِكَ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرُّحَمَاءِ

(اعجاز المسیح۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۰۰)

ترجمہ:۔ (اے میرے رب) تمام رسولوں میں سے برگزیدہ اور تمام متقیوں کے پیشوا! حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج۔ اور آپؐ کو وہ مراتب بخش۔ جو تو نے کسی اور نبی کو نہیں بخشے۔ اے میرے رب جو نعمتیں تو نے مجھے دینے کا ارادہ کیا ہے وہ بھی آپؐ کو ہی دے۔ اور پھر مجھے اپنے وجہ کریم کے طفیل بخش دے۔ اور تو تمام رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ بِعَدَدِ ھَمِّهٖ وَغَمِّهٖ وَحُزْنِهٖ لِھٰذِهِ الْاُمَّةِ وَاَنْزِلْ عَلَیْهِ اَنْوَارَ رَحْمَتِكَ اِلَی الْاَبَدِ

(برکات الدعا۔ روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۱)

اے اللہ آپ پر اور آپ کی آل پر اس قدر درود اور سلام اور
برکات بھیج جس قدر آپؐ نے اس اُمّت کی خاطر رہم و غم اٹھایا۔
اور ابدالاباد تک آپؐ پر اپنی رحمت کے انوار نازل فرما۔
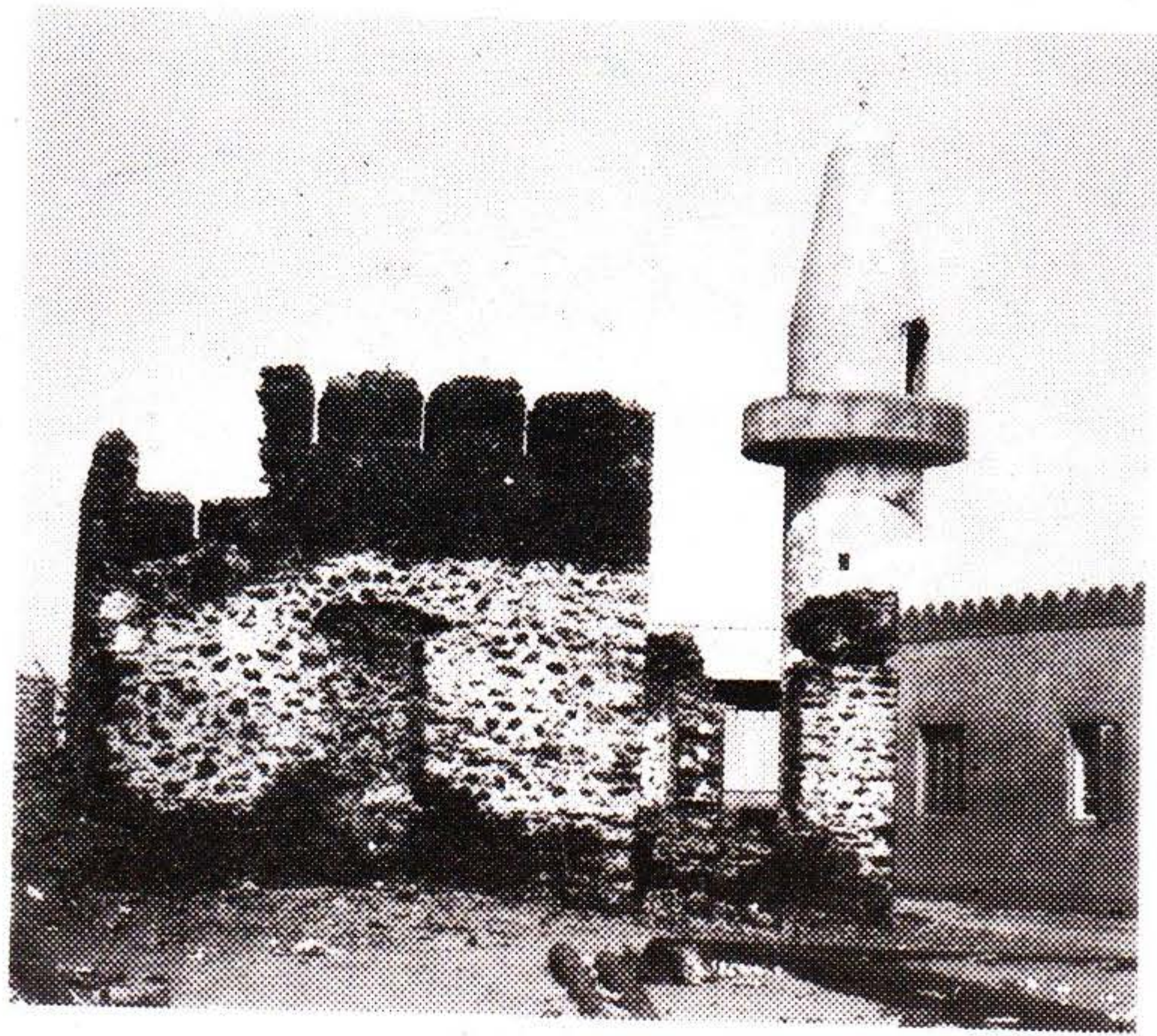
مقامِ صلح حدیبیہ

بدر کا میدانِ جنگ

جبلِ اُحد